آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمھیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

دنیا کے مذاہب پر نظر

بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۴ء مطابق صفر سنہ ۱۳۳۲ھ

چندہ سالانہ

عام ۴ طلباء ۲ روپے

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ جنوری سنہ ۱۹۱۴ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۞ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

یا قومنا اجیبوا داعی اللہ

تصدیق المسیح

بجواب "حقیقۃ المسیح"

جس طرف نظر اُٹھاکر دیکھو اور جس پہلو پر غور کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت ہی صداقت نظر آتی ہے جب حضرت مسیح موعودؑ نے خدائے تعالیٰ سے الہام پاکر اپنے خدا کی طرف سے مامور ہونے اور حسب بشارات اپنی آمد کا اعلان کیا تو خدائے تعالیٰ کی قدیمی سُنّت کے مطابق پنجاب کے اکثر مولویوں نے مخالفت کا جھنڈا کھڑا کیا اور ایک بڑا فتنہ برپا کردیا جس طرح مکّہ کے صنادید نے اس کوشش میں کہ جس طرح ہوسکے اسلام کا پودہ عرب کی سرزمین میں یا کسی اور جگہ جڑھ پکڑنے نہ پائے مخالفت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اسی طرح پنجاب کے مخالف مولویوں نے ناخنوں تک زور لگایا کہ قادیان کے مدّعی مسیحیت و مہدویت کا سلسلہ اس ملک یا دیگر بلاد میں پھیلنے نہ پائے لیکن جس طرح مکّہ کے مخالفین اسلام کی ساری کوششیں بیکار ثابت ہوئیں اور باوجود اُنکی سخت جدوجہد کے اسلام ایک محکم بنیاد پر قائم ہوگیا۔ اسی طرح دشمنان سلسلہ احمدیہ کی ساری کوششیں برباد ہوگئیں اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بنیاد ایک محکم چٹان پر خدائے تعالیٰ کے فضل اور رحم سے قائم ہوگئی۔ فسبحان الذی بیدہٖ ملکوت کلّ شئی۔ آخر جس طرح مکّہ کے دشمن

کوشش کرتے کرتے تھک گئے اور ناکامی کے طمانچے کھا کھا کر آخر مایوس ہو گئے اسی طرح پنجاب کے مخالف بھی آخر ہار گئے کئی ناکامی کے دکھ میں ہی مر گئے۔ اور کئی مایوس ہو کر خاموش ہو گئے اور جس فتنہ کی آگ کو ان لوگوں نے بھڑکایا تھا وہ آگ بجھ گئی اور احمدی جماعت کے لئے عام طور پر ملک پنجاب میں چین اور راحت کے دن آ گئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ وہ شور و غوغا جو ابتداء میں مخالفوں نے مچایا تھا وہ اب مٹ گیا ہے۔ اور جن لوگوں نے ابتداء میں مخالفت کا بیڑا اٹھایا تھا وہ اب نابود ہو چکے ہیں اور اگر کبھی کبھی کوئی شخص اب مخالفت کی آواز اٹھاتا ہے تو یہ شاذ و نادر کی طرح ہے اور خدائے تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ جس ہاتھ نے پہلے مخالفوں کا منہ بند کیا وہی ہاتھ اب ان لوگوں کے منہ بھی بند کر دیگا۔ اور اس رہی سہی مخالفت کا بھی نام و نشان نہ رہے گا۔ ابتدائی زمانہ سے اسوقت تک ایک عجیب تبدیلی واقع ہو چکی ہے۔ ایک زمانہ تھا جب ہمارے برخلاف کافر کافر کی آواز بلند کیجاتی تھی اور اب ایک یہ زمانہ ہے کہ ہماری نسبت یہ شکایت ہے کہ یہ لوگ۔ غیر احمدی مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب میں لوگوں کے خیالات میں ایک حیرت انگیز تبدیلی واقع ہو چکی ہے۔ اگر اسوقت انکی نظروں میں احمدی جماعت کی وہی حیثیت ہوتی جو ابتدائی زمانہ میں وہ ہماری حیثیت سمجھتے تھے تو ان کو اس بات کی کیا پروا تھی کہ ہم انکو کافر سمجھتے ہیں یا مسلمان اگر ہم انکی نظر میں کافر تھے تو خواہ ہم انکی نسبت کیسا ہی برا خیال رکھتے انہیں ہمارے خیال کی کچھ پروا نہیں ہونی چاہیئے تھی۔ اور ہمارے فتوے کی انکی نظر میں کچھ حقیقت نہیں ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن اب دیکھا جاتا ہے کہ وہ اس خیال پر بہت گھبراتے ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ انکی نسبت ایسا فتویٰ جماعت احمدیہ کی طرف سے نہیں ہونا چاہیئے۔ اگرچہ ان کی یہ گھبراہٹ بے جا ہے اور انہیں کسی جماعت کے فتوے کی پروا نہیں کرنی چاہیئے بلکہ خدا کے فتوے سے ڈرنا چاہیئے تا ایسا نہ ہو کہ وہ خدا کے فرستادہ نبیوں کے موعود۔ مسیح موعود۔ مہدی مسعودؑ کا انکار کر کے خدا کے نزدیک مجرم ٹھہرائے جائیں اور آیت لا نفرق بین احد من رسلہ کا عملی رنگ میں انکار کر کے ایمان کی دولت سے محروم رہ جائیں۔ مگر پھر بھی ان کی یہ گھبراہٹ ظاہر کرتی ہے کہ اب ہماری جماعت کا ان کے دلوں پر ایک رعب ہے اور اب اس جماعت کو اس نظر سے نہیں دیکھا جاتا جس نظر سے اس سے پہلے دیکھا جاتا تھا یعنی اس جماعت کی نسبت اب خیالات میں ایک تغیر عظیم واقع ہو چکا ہے اور بجائے اسکے

کہ لوگ ہم سے نفرت کا اظہار کریں وہ ہمارے ساتھ ملاپ کی خواہش کرتے ہیں۔ چند سال میں اسقدر تغیر کچھ تھوڑی کامیابی نہیں۔ پس پنجاب کا میدان جماعت احمدیہ کے لیئے صاف ہو چکا ہے۔ لیکن جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پہلے مسلمانوں کو گھر کے دشمنوں کا مقابلہ کرنا پڑا اور جب گھر میں کوئی قوم اسلام کا مقابلہ کرنے والی نہ رہی تو پھر دور دور کی قوموں نے مسلمانوں کے برخلاف ہتھیار اُٹھائے اور خلفائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دور دور کے علاقوں میں فوجیں بھیجنی پڑیں۔ اسی طرح اس زمانہ میں بھی جب پنجاب کا میدان صاف ہو گیا اور پنجاب کے پرانے دشمن مغلوب ہو گئے تو پھر دور دور کے علاقوں کے مخالفوں نے سر اُٹھایا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح کو یہ ضرورت پیش آئی کہ وہ دور کے علاقوں میں وفد بھیجکر مخالفین کے حملوں کا جواب دیں۔ اور حق کا پیغام پہنچا کر خدا کے فضل و رحم کے ساتھ فتوحات کا دروازہ کھولیں۔ سو ان دور دراز علاقوں میں سے ایک بنگال و بہار کا علاقہ ہے اب اس علاقہ کے مولوی صاحبان کی باری آئی ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ کی قدیم سنت کے مطابق خدائے تعالیٰ کے مامور کا مقابلہ کریں۔ اُس علاقہ میں احمدیت کو بڑھتے ہوئے دیکھکر بعض مولوی صاحبان بہت گھبرائے ہیں اور پنجاب کے مولویصاحبان کی طرح وہ اب اس کوشش میں ہیں کہ جس طرح ہو سکے لوگوں کو خدا کے مامور مسیح موعود و مہدی معہود کی طرف آنے سے روکیں اور جو جو طریق صدّ عن سبیل اللہ کے لیئے بعض مولویان پنجاب نے اختیار کیئے تھے وہی اب ان علاقوں میں اختیار کیئے جا رہے ہیں تکفیر کے فتوے جاری ہو رہے ہیں۔ غلط بیانیوں اور طرح طرح کے حیلوں سے عوام کو دھوکہ دینے اور سلسلہ احمدیہ کے برخلاف انکے جذبات کو اکسانے کی کوشش کیجا رہی ہے مگر پنجاب میں جس طرح یہ سب کوششیں ناکام رہیں اسی طرح خدا کے فضل و رحم سے اُمید ہے کہ ان علاقوں میں بھی ان لوگوں کی کوششیں ناکام رہیں گی اور جس طرح پنجاب میں باوجود سخت کوشش مخالفانہ کے سلسلہ حقہ احمدیہ پھیلنے سے رُک نہ سکا ایسا ہی انشاء اللہ تعالیٰ ان علاقوں میں ہو گا۔

ان مولویصاحبان میں سے جو آجکل بنگال و بہار کی طرف سلسلہ احمدیہ کی ترقی کو روکنے کے لیئے بہت کوشش کر رہے ہیں ایک صاحب ابو احمد رحمانی نام ہیں جنہوں نے چند رسالے حضرت مسیح موعود و مہدی مسعودؑ کی مخالفت میں تحریر کیئے ہیں۔ اسوقت اُن کا ایک رسالہ حقیقۃ المسیح ہمارے سامنے ہے۔ اس میں اُنہوں نے عجیب طور سے حق کی مخالفت کی ہے اور حق کی مخالفت

میں وہ اس قدر حد سے بڑھ گئے ہیں کہ انہوں نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ انکی تحریر سے خود قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کی تکذیب ہوتی ہے۔

ذیل میں ہم مصنف حقیقۃ المسیحؑ کے وہ بڑے بڑے اعتراضات درج کرتے ہیں جو انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ پر کیئے ہیں اور ناظرین دیکھیں گے کہ جو اعتراض وہ اپنے زعم میں حضرت مسیح موعودؑ پہ کہتے ہیں اگر انکو درست اور صحیح مانا جائے تو نعوذ باللہ قرآن شریف غلط ٹھہرتا ہے اور تمام انبیائؑ کی صداقت پر حرف آتا ہے۔

وہ اپنی کتاب کو ان الفاظ کے ساتھ شروع کرتے ہیں "مسلمانوں کے لیئے اور انکے مقدس مذہب کے لیئے یہ وقت کسقدر نازک ہے اور کس کس طرح سے اس پہ حملے ہو رہے ہیں اور کتنے دشمنانِ اسلام اُس کے مٹا دینے کے فکر میں ہیں"۔ مصنف حقیقۃ المسیح کا یہ بیان بالکل درست ہے مگر انہوں نے غلطی کی کہ ایسے الفاظ کے ساتھ اپنی کتاب کو شروع کیا کیونکہ ان الفاظ سے تو حضرت مسیح موعودؑ کے دعوے کی تصدیق اور تائید ہوتی ہے۔ جب اسلام پر یہ ایک نازک وقت تھا جسکی نظیر گذشتہ زمانوں میں نہیں مل سکتی تو کیا یہ ضروری نہ تھا کہ ایسے وقت میں خدائے تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق چودھویں صدی کے سر پر ایک مجدد کو مبعوث فرماتا۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون اسی وعدہ کے مطابق خدائے تعالیٰ ہمیشہ اپنے پاک کلام کی حفاظت فرماتا رہا ہے اور یہ حفاظت دو طرح کی ہے ایک ظاہری اور دوسری معنوی۔ ظاہری حفاظت تو خدائے تعالیٰ نے حفاظ اور قراء کے ذریعہ کی اور معنوی حفاظت کے لیئے مجددوں کا سلسلہ قائم کیا مگر مصنف حقیقۃ المسیح کا یہ دعویٰ ہے کہ اگرچہ اسوقت اسلام اور قرآن شریف پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں مگر خدا کی طرف سے اس صدی کے سر پر اسلام کی حمایت کے لیئے کوئی مامور مبعوث نہیں کیا گیا اور اس صدی کا تیسرا حصہ گذر چکا ہے مگر ابھی تک کوئی مجدد ظاہر نہیں ہوا اور جو شخص آیا ہے وہ (نعوذ باللہ) کاذب ہے۔ یہ خوب حفاظتِ اسلام ہے شائد مصنف حقیقۃ المسیح خود مدعی مجددیت ہوں کیونکہ انکی کتاب کے سرورق پر انکے نام کے ساتھ مجدد دوران کا لقب لگایا گیا ہے اور وہ قوم کو یا قومنا اجیبوا داعی اللہ کے الفاظ کے ساتھ مخاطب کرتے ہیں اور چونکہ قرآن شریف میں یہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں آئے ہیں جو خدا کے برگزیدہ نبی تھے اسلیئے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف حقیقۃ المسیح بھی اس زمانہ میں نبی یا مامور من اللہ ہونیکا

دعویٰ کرتے ہیں لیکن چونکہ انہوں نے کھولکر اپنے دعویٰ کو پیش نہیں کیا اسلیئے ہم اسوقت کچھ رائے زنی نہیں کرسکتے۔ مگر اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ انکو مامور من اللہ اور مجدد دوران بننے کا شوق ضرور ہے غرض اُنکا یہ کہنا کہ یہ زمانہ اسلام کے لیئے ایک نازک زمانہ ہے اور کہ اُسپر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں اس بات کی ایک شہادت ہے کہ مسیح موعود عین وقت پر ظاہر ہوئے۔ اور یہ کہ آپ کا یہ فرمانا کہ

آسماں بارد نشاں الوقت مے گوید زمین

بالکل درست ہے اور مؤلف حقیقۃ المسیح دوسرے لفظوں میں خود اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ عین وقت پر ظاہر ہوئے۔ مگر ایک بڑی وجہ جو مصنف حقیقۃ المسیح حضرت مسیح موعودؑ کے نہ ماننے کے لیئے پیش کرتے ہیں یہ ہے کہ اُنکے آنے سے مسلمانوں کی نکبت و ادبار میں کچھ کمی واقع نہیں ہوئی وہ پوچھتے ہیں کہ "مرزا صاحب دعوے کے بعد عرصہ تک دنیا میں رہے اتنے عرصہ میں مسلمانوں کو کیا عروج ہوا"۔ پھر لکھتے ہیں کہ "مسلمانوں کو دینی اور دنیادی ہر قسم کا تنزل ہوا اور ہو رہا ہے۔ اسلامی حکومتیں جہاں تھیں اُن کا خاتمہ انہیں کے عہد میں گویا ہو گیا اور ہو رہا ہے۔ مسلمان رئیس کسقدر تباہ ہو گئے اور اُن کی ریاستیں غیروں کے پاس چلی گئیں اور جارہی ہیں"۔ پھر لکھتے ہیں کہ "مسلمانوں کی دینی اور دنیوی حالت روز بروز زبدتر ہوتی جاتی ہے" مصنف صاحب ان باتوں سے یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نعوذ باللہ سچے نہ تھے۔ حالانکہ یہی باتیں اُنکی صداقت کا ثبوت ہیں۔ مصنف صاحب خود ہی بتلائیں کہ خدائے تعالیٰ کے مرسلین کے منکروں کا کیا حال ہوا کرتا ہے اور انکو اُنکے انکار کا کیا پھل ملا کرتا ہے۔ کیا یہی کہ دنیا میں اُنکی عزت زیادہ ہو اور اُنکی سلطنت زمین پر مستحکم ہو جائے یا یہ کہ ذلیل ہوں اور ناکامی کا مزہ چکھیں۔ قرآن شریف رسل و انبیاءؑ کے مخالفین کا کیا نقشہ کھینچتا ہے۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کرکے کیا دیکھا۔ ابوجہل کی جماعت نے کیا ترقی کی۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے زمانہ کے یہود نے کونسی عزت حاصل کی۔ مصنف حقیقۃ المسیح مجدد دوران اور داعی اللہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر انکو اتنا بھی علم نہیں کہ انکار کی سزا عزت نہیں بلکہ ذلت ہوتی ہے اور انبیاءؑ کی مخالفت کا پھل کامیابی نہیں بلکہ ناکامی ہوتا ہے۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ ایک طرف تو وہ یہ لکھتے ہیں کہ سوائے ایک تھوڑی سی جماعت کے باقی مسلمانوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا انکار کیا دوسری طرف وہ یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا

مسلمانوں کا ادبار

تنزل کیوں ہو رہا ہے۔ ترقی کیوں نہیں ہوتی۔ کیا قرآن شریف میں سچائی کا یہی معیار لکھا ہوا ہے کہ انبیاء کے انکار اور انکی مخالفت سے مخالفین اور منکرین کی عزت بڑھتی اور انکی شوکت ترقی کرتی ہے۔ کیا خدائے تعالیٰ قرآن شریف میں یہ نہیں فرماتا اوفوا بعهدی اوف بعهدکم کیا اس زمانہ میں خدائے تعالیٰ کی سُنّت بدل گئی تھی۔ اگر خدا کے مرسلوں کے انکار سے دینی اور دنیوی ترقی حاصل ہوتی ہے تو پھر اُن کو ماننے کی کیا ضرورت اور اُن کو قبول کرنے کی کیا حاجت؟ مولوی صاحب بتلائیں کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کا انکار کر کے اُسکی قوم نے کیا فائدہ حاصل کیا تھا۔ کیا انکی قوم کو دینی و دنیوی ترقی حاصل ہوئی تھی یا تنزل؟ اگر انکو مسیح کے انکار سے دینی و دنیوی ترقی حاصل ہوئی تھی تو پھر بے شک مولوی صاحب (مصنف حقیقۃ المسیح) کو یہ ضرور حق پہنچتا تھا کہ وہ پوچھیں کہ مسیح اسرائیلی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے منکروں کو تو دینی و دنیوی ترقی حاصل ہوئی تھی مگر مسیح محمّدی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے منکروں کو دینی و دنیوی ترقی حاصل نہیں ہوئی بلکہ اُسکی بجائے تنزل و ادبار شروع ہو گیا ہے۔ غالباً حضرت مسیح ناصری علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی بعض یہودی مولویوں نے مولانا ابو احمد رحمانی کی طرح یہ اعتراض کیا ہو گا کہ یہ مسیح کس طرح سچا ہو سکتا ہے جبکہ اسکے آنے سے ہمیں کوئی عروج اور ترقی حاصل نہیں ہوئی اور بنی اسرائیل کی نکبت و ادبار میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ اگر مولوی ابو احمد صاحب اپنے اعتراض کی لغویت کو دیکھنا چاہتے ہیں تو وہ تھوڑی دیر کے لیئے اپنے تئیں ایک اسرائیلی مولوی قرار دیں اور پھر یہی اعتراض اسرائیلی مسیح کے حق میں کریں تب اُنپر یہ کھل جائیگا کہ اُن کا یہ اعتراض کیسا بے ہودہ ہے۔ حضرت مسیح اسرائیلی اور حضرت مسیح محمّدی علیہما السلام کے حالات بالکل متشابہ ہیں۔ یعنی جس طرح مولوی ابو احمد صاحب اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے آنے سے مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچا۔ بلکہ انکے آنے کے بعد انکے ادبار و نکبت میں ترقی ہوئی۔ اسی طرح یہودی مولوی بھی بالکل یہی اعتراض کر سکتے تھے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی آمد سے ہماری قوم کو کیا فائدہ پہنچا بلکہ اُلٹا انکی آمد کے بعد ہمارے ادبار و نکبت نے ترقی کی۔ پس اگر مولوی ابو احمد صاحب کا اعتراض بجا ہے تو پھر ایک یہودی مولوی کا اعتراض بھی بجا سمجھنا چاہیئے کیونکہ دونوں صورتیں یکساں ہیں۔ اگر ایک صورت میں اعتراض درست ہے

تو دوسری صورت میں بھی درست سمجھنا چاہیئے۔ مولوی صاحب فرماویں کہ کیا حضرت مسیح اسرائیلی کی آمد سے یہودی قوم کا ادبار بڑھا تھا اور تاریخ زمانہ اور موجودہ حالات اسکی گواہی دیتے ہیں پس مولوی صاحب فرماویں کہ کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح نعوذ باللہ سچے نبی نہیں تھے۔ اگر یہ ثابت نہیں ہوتا تو پھر آپ کیوں مسلمانوں کے ادبار کو اس دعوے کی تائید میں پیش کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نعوذ باللہ سچے نہ تھے۔ مولوی صاحب! کیا آپ کو معلوم ہے کہ کیوں یہود کا ادبار بڑھا؟ اسلیئے کہ انہوں نے خدا کے مرسل کا انکار کیا اور اسپر طرح طرح کے بہتان لگائے اور بجائے اسکے کہ اُسکی پیروی کرتے اُسکی مخالفت کی۔ کیا یہودی قوم کو حضرت مسیح اسرائیلی کی آمد پر بڑی بڑی اُمیدیں نہ تھیں۔ کیا وہ آپ کی طرح یہ عقیدہ نہیں رکھتے تھے کہ جب مسیح موعودؑ آئے گا تو یہودی قوم کو دین و دنیا میں عروج حاصل ہوگا اور اُن کا سارا ادبار جاتا رہے گا اور وہ دین و دنیا میں عزت حاصل کرینگے کیا اُنکی کتابوں میں مسیح اسرائیلی کی آمد کے متعلق بڑے بڑے وعدے موجود نہ تھے؟ مگر کیا یہ سارے وعدے اور یہ ساری اُمیدیں مسیح کو قبول کرنے اور اسکی اتباع کے بغیر پوری ہوسکتی تھیں۔ اگر یہود حضرت مسیح کو قبول کرتے تو ضرور وہ دین و دنیا میں عزت پاتے۔ اور اے مولوی صاحب! اگر آپ لوگ بھی دین و دنیا میں عزت حاصل کرنا چاہتے ہو اور اُن وعدوں کے وارث بننا چاہتے ہو جو مسیح موعودؑ کے متعلق تم پیش کرتے ہو تو آؤ حضرت مسیح موعودؑ کو قبول کرو۔ قبول کرنے کے بغیر تم اپنے حق میں ان وعدوں کے پورا ہونے کے کس طرح امیدوار ہوسکتے ہو۔ مولوی صاحب کے فہم پر مجھے تعجب آتا ہے آپ مسیح موعودؑ کو قبول کرنے سے تو انکار کرتے ہیں پھر پوچھتے ہیں کہ ہم دین و دنیا میں کیوں تنزل کر رہے ہیں اور کیوں ہمارا ادبار ترقی پر ہے۔ مولوی صاحب! آپ ذرا سوچکر بات کریں۔ کیا خدا کے مرسلین کے انکار کا یہی ثمرہ ہوتا ہے کہ دین و دنیا میں ترقی ہو کیا انبیاء مسیح موعودؑ کے لیئے یہ امر بطور نشان کے بتلایا گیا تھا کہ اُسکے انکار سے دینی و دنیوی ترقی ملے گی اور اقبال بلند ہوگا۔ کیا قرآن شریف نے مرسلین کی صداقت کی یہی علامت بیان فرمائی ہے کہ اُنکے انکار پر انعام ملے گا اور اُنکے قبول کرنیوالے مستوجب سزا ٹھہرینگے۔ کیا ایسا معیار قائم کرنے سے قرآن شریف کی تصدیق ہوتی ہے یا تکذیب۔ مولوی صاحب! کیا آپ کو اوفوا بعھدی اوف بعھدکم کا الٰہی فرمان بھول گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے مامور کے انکار سے ان

جو یا امر ہوا تھا۔ قرآن شریف تو یہی شہادت دیتا ہے کہ یہودی قوم کا ادبار بڑھا تھا

لوگوں کی عقلوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔ افلا یتدبرون القرآن ام علیٰ قلوب اقفالھا؟

پھر ایک اور اعتراض مولوی صاحب موصوف نے یہ بیان کیا ہے کہ "مرزا صاحب کو دعویٰ نبوت ہے تو انبیائے کرام کی حالت کو دیکھنا چاہیئے۔ اولیائے کرام کی روش پر نظر کرنا چاہیئے کہ انکی کیا حالت تھی۔ جتنے انبیاء گذرے اور جسقدر اولیائے ذی شان ہوئے سب کی مخالفت کی گئی اور بہت زور کے ساتھ مقابلہ کیا گیا اور کوئی دقیقہ اُن کی ایذا دہی میں اُٹھا نہیں رکھا گیا مگر اس مقدس گروہ نے بجز صبر و تحمل کے کچھ نہیں کیا۔ نہ کسی نے اپنی تعریف اور مدح کے الہامات جمع کر کے لوگوں کو دکھلائے نہ اپنے دعووں کے ثبوت میں دلیلیں لکھکر شتہر کرائیں۔ نہ مخالفین کے ردّ و کدّ میں رسالوں کی بوچھاڑ کی نہ اپنی تحریروں میں خدا اور رسول کے ماننے والوں پر موٹے موٹے اور لمبے حرفوں میں لعنتوں کی قطار برسائی۔ نہ کسی مخالف کو بندر اور سور بنایا۔"

زمانہ کے علماء

ہمارے مخالف مولوی علمِ قرآن و حدیث کا بڑا دعویٰ کرتے ہیں مگر جب کسی بیان کے لیئے اپنی زبان کھولتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا انہوں نے قرآن کو کبھی دیکھا بھی نہیں۔ جب علماء کا یہ حال ہے تو عوام الناس کا کیا حال ہوگا۔ پھر بھی یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس سب کچھ ہے۔ ہمیں مامور اور معلم کی کیا ضرورت۔ جب علم کا یہ حال ہے تو عمل اور ایمان کا کیا حال ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا جب کہ قرآن زمین پر سے اٹھا لیا جائیگا۔ یہ علماء اپنے حال سے شہادت دے رہے ہیں کہ واقعی قرآن اور ایمان زمین پر سے اٹھا لیئے گئے تھے اور کہ درحقیقت اب ضرورت تھی کہ ان چیزوں کو پھر زمین پر قائم کرنے کے لیئے خدا کی طرف سے کوئی شخص مامور ہو کر کھڑا ہوتا۔ مولوی صاحب کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ہر ایک نبی جو دنیا میں آیا اُس نے خدا کی طرف سے اپنے مامور ہونیکا نہایت ہی کھلے اور پُر زور الفاظ میں دعویٰ پیش کیا اور اپنی اپنی قوم کو کھولکر سنایا کہ خدا نے مجھے تمھاری طرف رسول کر کے بھیجا ہے اور پھر صرف دعویٰ ہی نہیں کیا بلکہ اپنے دعوے کی تائید میں بڑے بڑے زبردست ثبوت بھی پیش کیئے یہ کہنا انبیاء کے حق میں ایک سخت بے ادبی ہے کہ انہوں نے اپنے رسول اور مامور ہونیکا اعلان نہیں کیا اور اپنی نبوت کا دعویٰ پیش نہیں کیا۔ یا دعویٰ تو کیا مگر اسکی تائید میں کوئی ثبوت پیش نہیں کیئے۔ گویا انکا دعویٰ ایک دعویٰ بے دلیل تھا۔ سب نے بڑے زور سے اپنے رسول ہونیکا

دعویٰ کیا اور بڑی تحدی سے کہا کہ جو شخص ہمارا انکار کریگا وہ ہلاک ہوگا اور یہ کہ ہمارے ماننے اور ہماری اطاعت اختیار کرنے کے بغیر کوئی شخص نجات حاصل نہیں کر سکتا۔

قرآن شریف میں صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ ہر ایک نبی نے بڑے زور سے اپنی قوم کے سامنے اپنے مامور اور مرسل ہونیکا دعویٰ پیش کیا اور نہ صرف دعویٰ ہی پیش کیا بلکہ اُس دعوے کی سچائی کے دلائل اور ثبوت بھی ساتھ ہی پیش کیئے۔ دیکھو حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو کہتے ہیں یٰقوم ارأیتم ان کنت علیٰ بینۃ من ربی واٰتٰنی رحمۃ من عندہٖ فعمیت علیکم (سورہ ہود رکوع ۳) پھر حضرت صالح فرماتے ہیں یٰقوم ارأیتم ان کنت علیٰ بینۃ من ربی واٰتٰنی منہ رحمۃ فمن ینصرنی من اللہ ان عصیتہ (سورہ ہود رکوع ۶) پھر حضرت شعیب فرماتے ہیں یٰقوم ارأیتم ان کنت علیٰ بینۃ من ربی ورزقنی منہ رزقاً حسناً (سورہ ہود رکوع ۸) پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت خدائے تعالیٰ فرماتا ہے ولقد ارسلنا موسیٰ باٰیٰتنا و سلطٰن مّبین۔ ان آیات بیّنات سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ کسی نبی نے اپنا دعویٰ بلا دلیل پیش نہیں کیا بلکہ سب نے اپنے دعوے کی تائید میں بینہ۔ سلطٰن اور آیات پیش کیئے۔ اسی سورہ ہود میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے افمن کان علیٰ بیّنۃ من ربہ (سورہ ہود رکوع ۲) خدائے تعالیٰ کُل انبیاء کی نسبت فرماتا ہے کہ اُنہوں نے صرف دعویٰ بلا دلیل ہی پیش نہیں کیا بلکہ اپنے دعوے کو مبرہن و مدلل کر کے پیش کیا۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے فان کذّبوک فقد کذّب رسل من قبلک جاؤ بالبینات والزبر والکتٰب المنیر۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں "جتنے انبیاء گذرے اور جسقدر اولیا ذی شان گذرے (انہوں نے) نہ اپنے دعوؤں کے ثبوت میں دلیلیں لکھکر مشہور کرائیں نہ مخالفین کے ردّ وکد میں رسالوں کی بوچھاڑ کی" اولیاء کے [illegible] تو یہاں بحث نہیں۔ انبیاء کی نسبت خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ جاؤ بالبینٰت والزبر [illegible]ب المنیر۔ یعنی انبیاء نے واضح دلائل بھی پیش کیئے۔ چھوٹے رسالے اور بڑی کتابیں [illegible]ائع کیں۔ پھر مولوی صاحب کیوں فرماتے ہیں کہ گذشتہ انبیاء نے اپنے دعوؤں کے

ثبوت میں دلیلیں مشہور نہ کرائیں اور نہ رسالے شائع کیئے اور مرزا صاحب اپنے دعوے کے ثبوت میں دلائل مشہور کراتے ہیں اور رسالے شائع کرتے ہیں۔ مولویصاحب! اگر آپنے پہلے کبھی قرآن شریف نہیں پڑھا تھا تو کم از کم اس رسالہ کے لکھنے سے پہلے تو ایک نظر دیکھ لیتے تا ایسی فاش غلطیوں سے محفوظ رہتے۔ مولویصاحب حضرت مسیح موعودؑ کے رسالوں پر اسقدر کیوں چڑتے ہیں۔ شائد دل میں یہ غصہ ہے کہ مسیح موعود تو چاہیئے تھا کہ تلوار لیکر آتا۔ جو تمام منکران اسلام کا سر قلم کر دیتا۔ یہ سلطان القلم مسیح کیسے پیدا ہو گیا۔ مولوی صاحب۔ قلم خدا کی نظر میں ایسی حقیر چیز نہیں جیسی آپنے سمجھ رکھی ہے - آپ رسالوں کی بوچھاڑ اور دلائل کے لکھنے کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ مگر خدائے تعالیٰ فرماتا ہے اقرا باسم ربك الذي خلق۔ خلق الانسان من علق۔ اقرا وربك الاكرام الذي علم بالقلم۔ علم الانسان مالم يعلم۔ سب سے پہلی آسمانی آواز جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں پہنچی۔ وہ یہی تھی کہ اقراء پڑھ - اور پڑھی وہی چیز جاتی ہے جو لکھی ہوئی ہو۔ مگر یہ مولوی صاحب ہیں جو لکھنے کو اسقدر حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں - اور رسالوں کی بوچھاڑ کو برا سمجھتے ہیں۔ پھر خدائے تعالیٰ اپنی مدح میں فرماتا ہے کہ تیرا صاحب اکرام رب وہ ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا اور قلم کے ذریعے انسان کو وہ چیزیں سکھائیں جن کا اسکو علم نہ تھا۔ مولوی صاحب۔ جب قلم ایسی چیز ہے تو کیا یہ ضروری نہ تھا کہ اس علم و ہنر کے زمانہ میں جو اذا الصحف نشرت کا زمانہ ہے مسیح موعودؑ بھی قلم کے ساتھ ظاہر ہوتا اور قلم کے ہی ذریعہ دنیا کو تعلیم دیتا۔ پھر قلم کا درجہ اگر آپ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو وہ سورۃ تلاوت فرما دیں جس کو قلم کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ وہ سورہ اس طرح پر شروع ہوتی ہے ن والقلم وما یسطرون اس میں خدائے تعالیٰ نے قلم کی اور لکھے ہوئے علوم کی قسم کھائی ہے۔ مگر ہمارے ملک کے مولوی کچھ تلوار کے ایسے دلدادہ ہیں کہ جب انکو قسم کھانے کی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ اس غلبۂ قلم کے زمانہ میں بھی سیف و سنان کی ہی قسم کھاتے ہیں۔

غرض مولوی صاحب کا یہ اعتراض کرنا کہ یہ اپنے دلائل کو لکھکر کیوں شائع کرتے ہیں اور کیوں رسالوں کی بوچھاڑ برساتے ہیں نہایت ہی حیرت انگیز امر ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ

طریق نہیں ہے۔ دوسرے انبیاء کا ذکر تو فی الحال چھوڑ دو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر غور کرو۔ سارا قرآن آپکی رسالت کے دعوے اور دلائل سے بھرا ہوا ہے اور مخالفوں پر بھی آیات قرآنی کی ایک سخت بوچھاڑ برسائی گئی ہے اور ان آیات کو صحابہ نوک زبان یاد کیا کرتے اور اس طرح ان دلائل اور اس بوچھاڑ کی خوب اشاعت کیجاتی تھی۔ پھر بھی مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ انبیاء کا طریق نہیں ہے اگر مولوی صاحب کو اس بات کا علم نہیں کہ قرآن شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے دلائل سے بھرا ہوا ہے اور دشمنوں پر بھی خوب بوچھاڑ برسائی گئی ہے، تو وہ چند روز قادیان دارالامان میں آکر حضرت خلیفۃ المسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا درس قرآن سنیں تا انپر یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو جائے کہ قرآن شریف میں نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعویٰ نبوت کا ذکر ہے بلکہ اس دعویٰ کو نہایت ہی پُرزور اور پُر شوکت دلائل کے ساتھ مبرہن بھی کیا گیا ہے۔

قرآن شریف کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُسکے رسولوں پر بھی ایمان لانا لازم ٹھہرایا گیا ہے۔ اگر ایک شخص خدائے تعالیٰ کو ماننے کا دعویٰ کرتا ہے مگر اُس کے کسی رسول کا انکار کرتا ہے تو وہ قرآن شریف کے رُو سے مومن کہلانے کا حقدار نہیں ہے۔ اگر کسی کو میرے اس بیان پر شک ہو تو وہ قرآن شریف کی مندرجہ ذیل آیات کا مطالعہ کرے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذٰلک سبیلا اولٰئک ھم الکٰفرون حقا واعتدنا للکٰفرین عذابا مھینا۔ والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منھم اولٰئک سوف یؤتیھم اجورھم وکان اللہ غفورا رحیما۔ ان آیات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ خدا کے ماننے کے مدعی ہیں مگر خدا کے رسولوں کا یا اُن میں سے بعض رسولوں کا انکار کرتے ہیں تو وہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک مومن نہیں کہلا سکتے۔ جب رُسل کا ماننا ایسا ضروری ہے تو پھر یہ کیسا ضروری ہے کہ خدا کا رسول صرف اپنے دعوے نبوت و رسالت کو ہی پیش نہ کرے بلکہ اپنے دعوے کے دلائل کو کھولکر

بیان کرے اور اُن دلائل کو خوب شائع کرے اور جہاں تک اُس سے ہو سکے انکا اعلان کرے اور جو ذرائع
اُن دلائل کی اشاعت کے ہو سکتے ہیں اُن سب سے کام لے تا لوگ اُسپر ایمان لاکر نجات حاصل کریں۔ اور جو جو
اُنپر اعتراضات کیے جاتے ہیں اُن سب کو دفع کرنے کی کوشش کرے تا لوگ شبہ میں پڑکر ہلاک ہو جاویں
خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ یعنی ہم رسولوں
کو اسلئے بھیجتے ہیں کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اذن کے ساتھ ان کی اطاعت اختیار کریں جب لوگوں پر رسولوں
کی اطاعت کرنا فرض ہے۔ تو اُن رسولوں کے لیئے یہ لازمی ہے کہ وہ تمام لوگوں کو کھولکر اپنی رسالت
کا پیغام پہنچاویں اور اپنے رسول ہونے کے ثبوت بھی واضح اور مکمل طور پر شائع کردیں۔ کیونکہ جب لوگوں
پر اُنکی اطاعت فرض ہے تو لوگوں کا یہ بھی حق ہے کہ جسقدر دلائل اپنی رسالت کے رسولوں کے
پاس ہوں وہ جس طرح ہو سکے لوگوں میں شائع کردیئے جاویں اور جو شبہات لوگوں کو اُنکی رسالت
کے بارہ میں پیدا ہوتے ہیں اُنکا ازالہ بھی خوب کھولکر کردیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو وہ اپنے فرض کو
ادا کرنے والے نہیں کہلا سکتے۔ مگر مولوی ابو احمد صاحب نے رسالت کا عجیب معیار ٹھہرایا
ہے۔ وہ اسی بات پر اعتراض کرتے ہیں کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ واقعی خدا کے رسول تھے اور خدا
کی طرف سے نبی ہو کر آئے تھے تو اُنہوں نے کیوں "اپنے دعووں کے ثبوت میں دلیلیں لکھکر شائع
کرائیں" اور کیوں "مخالفین کے ردّ و کد میں رسالوں کی بھچاڑ کی" مولوی صاحب کی اس بات
پر ہمیں بار بار تعجب آتا ہے۔ کیونکہ جس بات کا کرنا ایک نبی اور رسول کے لیئے لازم ہے اُسی کے
متعلق مولوی صاحب اعتراض کرتے ہیں کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ خدائے تعالیٰ کے رسول اور نبی
تھے تو اُنہوں نے ایسا کیوں کیا؟ انکو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ایسا کرنا اُنکی صداقت کا ایک نشان ہے
اور اگر وہ ایسا نہ کرتے تو پھر اُنپر الزام آسکتا تھا کہ اگر وہ نبی اور رسول تھے تو اُنہوں نے کیوں
اپنے دعووں کے ثبوت میں دلیلیں لکھکر شائع نہ کرائیں اور کیوں مخالفین کے ردّ و کد میں رسالوں
کی بوچھاڑ نہ کی۔ دیکھو ہمارے مسلمانوں کی ناواقفیت کس حد تک بڑھ گئی ہے کہ اُنکو اتنا بھی معلوم
نہیں کہ ہر ایک نبی اور رسول اپنے دعوے کو علی الاعلان پیش کیا کرتا ہے اور اپنی صداقت کے
دلائل کو خوب شائع کرتا ہے اور مخالفوں کے اعتراضات سُنکر خاموش نہیں بیٹھ رہتا بلکہ جہاں تک

اُس سے بن پڑتا ہے اُن کا جواب دیتا ہے مگر ہمارے زمانہ کے مولوی صاحب ہیں جو کہتے ہیں کہ نبی ایسا نہیں کیا کرتے اور چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا کیا اسلیئے وہ نبی نہیں ہو سکتے۔ جب اس زمانہ کے علماء کے علم و معرفت کا یہ حال ہے تو کیا اب بھی وہ یہ کہیں گے کہ اس زمانہ میں کسی مرسل من اللہ کی ضرورت نہ تھی۔

اولیاء کرام اور انبیاء

پھر مولوی صاحب لکھتے ہیں "مرزا صاحب کو دعویٰ نبوت ہے تو انبیائے کرام کی حالت کو دیکھنا چاہیئے۔ اولیائے کرام کی روش پر نظر کرنا چاہیئے کہ اُن کی کیا حالت تھی" یہ تو مولوی صاحب نے بالکل ٹھیک فرمایا کہ چونکہ مرزا صاحب کو دعویٰ نبوت ہے اسلیئے انکی صداقت کی پہچان اس طرح ہو سکتی ہے کہ انبیائے کرام کی روش کو دیکھا جاوے اور منہاج نبوت کی کسوٹی پر آپ کے دعوے کو پرکھا جاوے مگر مولویصاحب کا یہ فرمانا کہ انکے دعویٰ نبوت کے جانچنے کے لیئے اولیاء کے حالات پر نظر کیجائے نہایت ہی تعجب انگیز ہے۔ ایک نبی اور رسول کا ایک غیر مامور بزرگ پر قیاس کرنا یہ مولوی ابو احمد صاحب کا ہی کام ہے۔ مولوی صاحب کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ نبی اور رسول خدا کی طرف سے مامور ہوتا ہے اور وہ حکم است ز آسماں بزمیں مے رسائنش پر عمل کرتا ہے اسلیئے اُن کی حالت کا ایسے لوگوں پر قیاس کرنا جو خدا کی طرف سے رسول اور نبی ہو کر کھڑے نہیں ہوتے قیاس مع الفارق ہے۔ شائد مولویصاحب کو میری یہ بات اچھی طرح سمجھ میں نہ آئے اسلیئے میں ایک ایسی مثال سے اُن کو یہ بات سمجھاتا ہوں جس سے انشاء اللہ تعالیٰ انکو بخوبی سمجھ آجائے گا کہ خدا کے نبیوں اور مشائخ کے گروہ میں کیا فرق ہے۔ غالباً مولوی صاحب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے تو انکار نہ ہو گا۔ لیکن اگر آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روش کا مشائخ اور پیران طریقت کے حالات سے مقابلہ کریں اور ان بزرگوں کی روش کے معیار پر آپکی نبوت کو جانچنا چاہیں تو پھر آپکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ماننا بھی دشوار ہو جائے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے منکر تو وہ پہلے ہی سے ہیں۔ پھر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا بھی اُنکو انکار کرنا پڑے گا کیونکہ اولیائے کرام اور سلسلہ مشائخ میں ہم یہ طریق نہیں دیکھتے کہ زرہ بکتر پہنکر میدان میں نکلیں۔ تلواروں اور نیزوں بھالوں کو تیز کریں اور دشمن کے خون سے زمین کو سُرخ کر دیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ سب کام خود بھی کیئے اور دوسروں سے بھی کرائے۔ پس اگر وہی نبی سچا ہو سکتا ہے

جس کی روش صوفیا و مشائخ کرام اور اُس گروہ کے مطابق ہو جو مسلمانوں کی اصطلاح میں اولیاء کے نام سے مشہور ہے تو پھر نہ صرف آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کا انکار کرنا پڑیگا۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے منکر ہونا پڑیگا۔ جب سکھوں کے برخلاف حضرت سید احمد صاحب بریلوی اور حضرت محمد اسمٰعیل صاحب شہید نے علم جہاد کھڑا کیا تو آپ بتائیں کہ اُس زمانہ کے مشائخ اور گدی نشینوں میں سے کسقدر اُن کے ساتھ شامل ہوئے۔ بلکہ حضرت خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض بھی کیا گیا کہ سکھوں کی ظالم قوم مسلمانوں کو اذان تک دینے پر قتل کرتی ہے آپ بھی اپنے مریدوں سمیت ان کے برخلاف جنگ کرنے میں ہمارے ساتھ شامل ہوں تو جو جواب حضرت خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا وہ یہ تھا کہ یہ کام آپ کو ہی مبارک ہو۔ مَیں نے تو کبھی اپنے ہاتھ سے ایک چڑیا کا بھی خون نہیں بہایا۔ اولیائے کرام کا وجود بے شک اسلام کے لئے بہت مبارک ہے مگر اُنپر انبیاء اور مامورین من اللہ کا قیاس کرنا سخت غلطی ہے۔ انبیاء کا درجہ اولیاء سے بڑھکر ہے اور بعض کام انبیاء کے متعلق ایسے ہوتے ہیں جو اولیائے کرام کے دائرہ سے بالکل الگ ہیں۔ مولوی ابو احمد صاحب تو اعتراض کرتے ہیں کہ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مخالفین کے ردّ و کدّ میں رسالوں کی بوچھاڑ برسائی اسلیئے وہ نبی نہیں ہوسکتے کیونکہ یہ طریق اولیائے کرام کی طرز کے موافق نہیں ہے مگر کیا اُنکو معلوم نہیں کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ نے مخالفین کے ردّ و کدّ کے لیئے رسالوں کی بوچھاڑ برسائی ہے تو آپکے مطاع حضرت سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وخلفاءہ وبارک وسلم نے تو مخالفین کے قلع قمع کے لیئے تیروں کی بوچھاڑ برسائی تھی۔ مولوی صاحب فرماویں کہ حضرت مسیح موعودؑ کس کی روش پر عمل کرتے گوشہ نشین درویشوں اور تارک الدنیا بزرگوں کی روش پر یا خاتم النبیین اور سید المرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ پر۔ شائد مولوی صاحب کا یہ منشاء ہے کہ مخالف تو اعتراض پر اعتراض کرتے چلے جاتے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خاموش بیٹھے رہتے۔ یہی اعتراض مسیحی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کرتے ہیں کہ دشمن تو بے شک مسلمانوں پر وار پر وار کرتے رہتے مگر آپ اُنکے جواب میں تلوار نہ اُٹھاتے اور بقول مولوی ابو احمد صاحب رحمانی گوشہ نشین درویشوں کے نمونہ پر عمل کرکے خاموش بیٹھے رہتے مگر اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ جو حق وہ

لائے تھے اُس کی اشاعت نہ ہوتی۔ اسی طرح اگر حضرت مسیح موعود مخالفوں کے مقابل میں خاموش رہتے اور بقول مولوی ابو احمد صاحب رحمانی اُنکے ردّ و کدّ میں رسالوں کی بوچھاڑ نہ کرتے تو پھر جس حق کی اشاعت کے لیئے وہ مامور کیئے گئے تھے وہ مخفی رہتا اور جس طرح اب اُسکی اشاعت ہوئی ہے یہ اشاعت نہ ہوتی۔ مولوی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے رسالوں کو دیکھ کر کیوں گھبراتے ہیں۔ اگر حضرت مسیح موعودؑ نے مخالفوں کے ردّ و کدّ میں رسالے پر رسالے مدینۃ المسیحؑ سے تمام اطراف عالم میں جاری کیئے تو کیا آپ کے مطاع حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کی سرکوبی کے لیئے رسالے پر رسالے مدینۃ النبی سے تمام اطراف عالم میں نہیں بھیجے تھے؟ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے مشائخ کی طرز کے برخلاف اپنے مطاع خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ پر عمل کیا تو کیا بُرا کیا؟۔

انبیاء کی مخالفت

پھر مولوی ابو احمد صاحب رحمانی فرماتے ہیں۔ کہ جتنے انبیاءؑ گذرے "سب کی مخالفت کی گئی اور بہت زور کے ساتھ مقابلہ کیا گیا اور کوئی دقیقہ اُن کی ایذا دہی میں اٹھا نہیں رکھا گیا مگر اس مقدس گروہ نے بجز صبر و تحمل کے کچھ نہیں کیا" مولوی صاحب کا یہ فرمانا بالکل درست ہے۔ واقعی جسقدر انبیاء گذرے سب کی مخالفت کیگئی۔ سب کے ساتھ استہزا کیا گیا اور جسقدر دشمنوں سے بن سکتا تھا انہوں نے انبیاء و رسل کو دُکھ دیا بلکہ انکو اور انکی جماعت کو جڑھ سے اُکھیڑنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن یہ تمام کوششیں اکارت گئیں اور باوجود کفار کی تمام جدوجہد کے نبی کامیاب ہوئے اور دشمن اپنے ارادوں میں ناکام رہے۔ اور ذلیل و خوار اور آخر ہلاک ہوئے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے یحسرۃً علی العباد ما یأتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون افسوس بندوں پر۔ جو رسول اُنکے پاس آتا ہے وہ اُسکے ساتھ استہزا ہی کرتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے ولقد استھزئ برسل من قبلك فاملیت للذین کفروا ثم اخذتھم فکیف کان عقاب۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ تجھ سے پہلے بھی رسولوں پر ٹھٹھا اُڑ چکا ہے تو مینے کافروں کو ڈھیلا چھوڑ دیا پھر اُنکو دھر پکڑا تو میرا عذاب کیسا سخت تھا! اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے خدا تعالےٰ فرماتا ہے واذا راٰك ان یتخذونك الا ھزوا۔ اھذا الذی بعث اللہ رسولاً۔ اور (اے پیغمبر) جب یہ لوگ تجھ کو دیکھتے ہیں تو تجھ

سے ٹھٹھا ہی کرتے ہیں یہی وہ (حضرت) ہیں جن کو اللہ نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ سنو جناب مولوی صاحب! آپ کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ جتنے رسول آئے سب کی شد و مد سے مخالفت کی گئی۔ اور اُن پر ٹھٹھا بھی اُڑایا گیا۔ خدا کا کوئی رسول بھی اس قاعدہ سے مستثنیٰ نہیں رہا اور اسی سُنّت مستمرہ کے موافق اس زمانہ کے مامور کی بھی مخالفت کی گئی اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں کی نسبت لکھا ہے واذا راوک ان یتخذونک الا ھزوا۔ اھذا الذی بعث اللہ رسولا۔ اسی طرح جب اس زمانہ کے اکثر مولوی اور اُنکے پیرو اور اتباع حضرت مسیح موعودؑ کو دیکھتے تو اُنپر ہنسی اُڑاتے اور کہتے اھذا الذی بعث اللہ رسولا۔ سو اے مولوی صاحب حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا ایک نشان تو خود آپ لوگوں نے اپنے ہاتھ سے پورا کر دیا اور خدا کے برگزیدہ کی اُسی طرح مخالفت کی جس طرح پہلے انبیاء و رسل کی کیگئی۔ اس کا دعویٰ کرنا ہی تھا کہ آپ لوگوں نے خدائے تعالیٰ کی قدیم سُنّت کے موافق اُسکی مخالفت شروع کر دی اور جس طرح آپ فرماتے ہیں کہ ”جتنے انبیاء گذرے اور جسقدر اولیائے ذی شان ہوئے سب کی مخالفت کی گئی اور بہت زور کے ساتھ مقابلہ کیا گیا اور کوئی دقیقہ اُنکی ایذا دہی میں اُٹھا نہیں رکھا گیا“ اسی طرح اب ہوا اور آپکے قول کے عین مطابق اس زمانہ کے مامور کی بھی مخالفت کی گئی اور بہت زور کے ساتھ مقابلہ کیا گیا اور کوئی دقیقہ اُس کی ایذا دہی میں اُٹھا نہیں رکھا گیا“ آپ لوگوں نے اُسکے برخلاف ایک کفر کا فتویٰ تیار کیا۔ جس پر آپکے اکابر نے مہریں ثبت کیں۔ لوگوں کو اُسکی مخالفت پر بھڑکایا اور نہ صرف اُس مامور کے برخلاف طرح طرح کے فتوے جاری کیئے گئے بلکہ اُسکی جماعت کے متعلق بھی آپ لوگوں نے فتوے شائع کیئے یہانتک کہ قتل کا فتویٰ بھی شائع کیا گیا اور اُسی فتوے کے ماتحت اُسکے دو پیرو ایک اسلامی ریاست میں شہید بھی کیئے گئے۔ اور اگر اس ملک میں خدائے تعالیٰ جماعت احمدیہ کی حفاظت کے لیئے انگریزوں کو نہ لاتا تو تم عملی طور پر اس جماعت سے وہی سلوک کرتے جو تمھارے بھائیوں نے ایک ایسے ملک میں کیا جہاں تمھارا فتویٰ چل سکتا ہے۔ مگر خدائے تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس ملک میں ایک ایسی قوم کو بھیجا جسکی تلوار سے تم لوگ ڈرتے ہو اسلیئے اِس جگہ تمھارا بس نہیں چل سکتا۔ پھر بھی تم اپنی طاقت کے مطابق خدا کے مامور کی ایذا دہی سے باز نہ آئے۔ تمھارے مولوی عیسائیوں کے طرفدار ہو کر سنگین مقدموں میں مسیح موعودؑ کے برخلاف شہادت دینے کے لیئے آئے۔ سرکار انگریزی کو بھی اس سلسلہ کی نسبت بدظنی کرنیکی

بے سود کوشش کی گئی۔ اور کوئی ایسا طریق ایذا دہی کا نہیں ہو تمہارے بس میں ہو اور تم نے مسیح موعودؑ اور اُس کی جماعت کے برخلاف استعمال نہ کیا ہو۔ حال میں ہی تحصیل صوابی ضلع پشاور میں ہمارے مخالف مسلمانوں نے ہمارے دو بھائیوں کے گھروں پر ایک ہی رات میں ڈاکہ مارا اور جو کچھ اُن کا مال و متاع تھا سب لوٹ کر لے گئے آخر سرکار انگریزی نے انصاف کیا اور ہمارے مظلوم بھائیوں کی داد رسی کی۔ اے مولوی صاحب۔ آپ کو یہ شکایت ہے کہ جب پہلے انبیاء کو دُکھ دیا گیا تو اُنہوں نے صبر سے کام لیا مگر جب حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا تو اُنہوں نے صبر سے کام نہیں لیا بلکہ مخالفوں کے ردّ و کدّ میں رسالوں کی بوچھاڑ کی۔ مگر آپ کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ مخالفوں کی ایذا دہی کے مقابل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صبر سے کام نہیں لیا۔ آپ نے نہایت صبر و تحمل سے مولوی صاحبان کی ایذا دہی کو برداشت کیا اور قوم کو بھی صبر کی ہی نصیحت فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں۔

گالیاں سُن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

پھر آپ فرماتے ہیں وقد زادنی فی العلم والحلم جھلھم + وسکنت نفسی عند غیظ ایکرام۔ مولوی صاحب خیال کرتے ہیں کہ چونکہ حضرت مسیح موعودؑ نے مخالفین سے ردّ و کدّ میں رسالوں کی بوچھاڑ کی۔ اسلئے گویا اُنہوں نے دشمنوں کی ایذا رسانی کو صبر و تحمل سے برداشت نہیں کیا۔ مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ایذا رسانی پر صبر کرنا الگ چیز ہے اور مخالفین کے اعتراضات کا ردّ کرنا اور اُنکی غلط بیانیوں اور افترا پردازیوں کو کھولنا دوسری چیز ہے۔ مولوی صاحب قرآن کا مطالعہ فرما دیں کیا اُسمیں مخالفین کے اعتراضات کا جواب نہیں دیا گیا اور مشرکین۔ یہود اور نصاریٰ کے ساتھ مباحثہ کا رنگ اختیار نہیں کیا گیا۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکالنا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کی ایذا رسانیوں کو صبر کے ساتھ برداشت نہیں کیا تھا۔ ہمارے مخالف مولوی صاحبان کو حضرت مسیح موعودؑ کے تحمل اور بردباری کا خوب علم تھا۔ اسی لئے وہ آپ کی نسبت ایسی تحریریں اور تقریریں بھی شائع کر دیا کرتے تھے جن کو اگر وہ کسی دوسرے شخص کی نسبت شائع کرتے تو ضرور اُنکو جیلخانہ میں بھجوایا جاتا مگر وہ بخوبی جانتے تھے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے اُن کے حق میں ایسی کارروائی نہیں کی جائیگی اسلئے وہ بعض اوقات مجرمانہ تحریروں سے بھی نہیں رُکتے تھے۔

اگر آپ کو اسکے متعلق شک ہو تو اپنے بھائی مولوی محمد حسین بٹالوی سے دریافت کر لیجیئے۔ اگر آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کی بردباری اور عفو کا تحریری ثبوت درکار ہے۔ تو ڈاکٹر کلارک والے مقدمہ کی مسل منگوا کر مطالعہ کر لیجیئے۔ یہ سنگین مقدمہ ایسے لوگوں کی طرف سے بنایا گیا تھا جنہوں نے آپ کی عداوت میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا تھا آخر وہ مقدمہ جس میں آپ پر اقدام قتل کا الزام لگایا گیا تھا بعض مسیحیوں کی قابل شرم شہادت ثابت ہوا اور آپ سے مجسٹریٹ نے دریافت کیا کہ کیا آپ ان لوگوں پر کوئی قانونی کارروائی کرنا چاہتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں انکو معاف کرتا ہوں اور انکے برخلاف کوئی قانونی کارروائی کرنا نہیں چاہتا۔ کیا یہ عفو کا ایک اعلیٰ نمونہ نہ تھا؟

پھر اسی مقدمہ کے اثنا میں آپ نے اپنے ایک اور شخص سے جو مسلمانوں میں سے تھا مگر آپ سے سخت عداوت رکھتا تھا اعلیٰ درجہ کا عفو کا سلوک کیا۔ یہ صاحب جیسا کہ مَیں اوپر بیان کر چکا ہوں عیسائیوں کی طرف سے حضرت مسیح موعودؑ کے برخلاف شہادت دینے کے لیئے پیش ہوئے اور مولوی فضل دین صاحب وکیل نے انپر جرح کرتے ہوئے ایک سخت حملہ انپر کرنا چاہا مگر حضرت مسیح موعودؑ نے وکیل مذکور کو روک لیا آپ ایسے رحیم و کریم تھے کہ آپ نے پسند نہ کیا کہ اُن کا ایسا سخت دشمن بھی جو بوجہ سخت عداوت کے عدالت میں عیسائیوں کا حامی ہو کر ایک سنگین مقدمہ میں آپکے برخلاف شہادت دینے کے لیئے آیا تھا مجسٹریٹ اور دیگر معزز حاضرین کے سامنے کسی قسم کی خجالت میں گرفتار ہو وہ وکیل غیر احمدی ہے اور اسوقت تک لاہور میں زندہ موجود ہے۔ اور وہ گواہی دے سکتا ہے کہ کس طرح حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے شدید ترین دشمن کے بارے میں عفو اور ستاری سے کام لیا۔

اگر جناب مولوی ابو احمد صاحب رحمانی کو یہ اعتراض ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان مخالفوں کی تردید کیوں کی تو یہ اعتراض انکو قرآن شریف پر بھی کرنا چاہیئے کیونکہ اگر انہوں نے تردید کی تو قرآن شریف بھی مخالفان اسلام کی تردید کرتا بلکہ انکے متعلق سخت الفاظ بھی استعمال کرتا ہے اور یہ سخت الفاظ بالکل سچے تھے کیونکہ وہ عین واقعات کے مطابق تھے۔ مولوی صاحب کی آگاہی کے لیئے میں یہاں قرآن شریف کی ایسی چند آیات نقل کرتا ہوں جو کفار مکہ کے حق میں مکی زمانہ میں نازل ہوئیں۔ مولوی صاحب کو اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ سورۃ المدثر کی ذیل کی آیات کریمہ ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئیں ہیں۔ ذرنی ومن خلقت وحیدا

وجعلت له مالا ممدودا و بنین شہودا و مھدت له تمھیدا ثم یطمع ان ازید کلا انه کان لآیتنا عنیدا سارھقه صعودا انه فکر و قدر فقتل کیف قدر ثم قتل کیف قدر ثم نظر ثم عبس و بسر ثم ادبر و استکبر فقال ان ھذا الا سحر یؤثر ان ھذا الا قول البشر ساصلیه سقر۔ ان آیات کا ولید بن مغیرہ کی طرف اشارہ ہے۔ اسکے دو لقب مکہ میں مشہور تھے ایک وحید۔ اور دوسرا ریحانہ قریش یہ اپنے شعر و سخن اور منظر کی خوشنمائی میں شہرت رکھتا تھا۔ مال و فرزند بھی اُسکے زیادہ تھے۔ چونکہ نامی شاعر تھا اسلئے جب لوگوں نے اس سے قرآن شریف کی نسبت پوچھا تو اس نے اٹکل دوڑائی۔ اور کہا کہ یہ تو جادو ہے۔ اسکے حق میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے وہ تو ہماری آیتوں کا منکر ہے میں اسکو عنقریب دوزخ میں صعود پر چڑھاؤں گا کیونکہ (جب اس سے قرآن کے بارہ میں پوچھا گیا تو) سوچنے لگا اور اٹکل دوڑائی۔ اسپر خدا کی مار کیا اٹکل دوڑائی۔ پھر اسپر خدا کی مار کیسی اٹکل دوڑائی پھر سوچا۔ پھر تیوری چڑھائی اور منہ بسورا پھر پیٹھ پھیر کر چلتا ہوا اور شیخی میں آگیا کہنے لگا یہ قرآن جادو ہے۔ یہ آدمی کا کلام ہے۔ میں عنقریب اسکو دوزخ میں جھونک دونگا۔

پھر ولید بن مغیرہ کی طرف سورہ القلم میں مندرجہ ذیل الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے ولا تطع کل حلاف مھین ھماز مشاء بنمیم مناع للخیر معتد اثیم عتل بعد ذلک زنیم ان کان ذا مال و بنین اذا تتلی علیه آیتنا قال اساطیر الاولین سنسمه علی الخرطوم (ترجمہ) اور اُسکی بات مت سن جو بہت قسمیں کھاتا ہے۔ جھوٹا دیا بدکار یا ذلیل عیب جو یا طعنے مارنے والا۔ چغلخور اچھے کام سے روکنے والا۔ حد سے بڑھ جانیوالا۔ بڑا گنہگار۔ اکھڑ (ظالم یا بڑا بہت کھانیوالا) ان سب باتوں کے سوا بدذات۔ یہ ساری باتیں اس وجہ سے ہیں کہ وہ پیسے والا ہے بیٹے رکھتا ہے جب ہماری آیتیں اُسکو پڑھکر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں ہم اب اُسکی سونڈ (ناک) پر داغ لگائینگے۔

مجھے قرآن شریف سے اس قسم کی اور آیتیں نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ مولوی صاحب خود قرآن شریف کا مطالعہ فرماسکتے ہیں۔

ہاں میں مولوی صاحب کی خدمت میں اتنا عرض کرتا ہوں کہ آپ یہ تو شکایت کرتے ہیں کہ حضرت

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مخالفوں کی ایذادہی اور استہزاء کے مقابل میں تحمل اور بردباری سے کام نہیں لیا مگر یہ خیال نہیں کیا کہ وہ ایذا دینے والے اور استہزاء کرنیوالے کون لوگ ہیں۔ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اگرچہ اس ایذادہی اور استہزاء میں دوسری قومیں بھی شریک ہیں مگر جسقدر حصہ اس کام میں مسلمانوں نے اور خصوصاً مولوی صاحبان نے لیا ہے اُسقدر حصہ اور کسی قوم نے نہیں لیا۔ مولوی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تو بڑھ بڑھ کر اعتراض کرتے ہیں مگر اپنے بھائیوں کی کارروائی پر نظر نہیں کرتے کہ انہوں نے اس زمانہ میں وہی کام کیا جو حضرت مسیح ناصری علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں یہودیوں نے کیا تھا۔ استہزاء کرنیوالے کیسے لوگ ہوتے ہیں اُن کی نسبت میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ خدائے تعالیٰ کا کلام مولوی صاحب کو سُناتا ہوں۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وما یأتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون کذلک نسلکہ فی قلوب المجرمین اور جب اُنکے پاس کوئی رسول آتا ہے تو وہ اُس سے استہزاء سے پیش آتے رہے۔ ایسے ہی ہم مجرموں کے دلوں میں (استہزاء) ڈال دیتے ہیں۔ اب مولوی صاحب فرمادیں کہ آپکے بھائی صاحبان نے کن لوگوں کا حصہ لیا۔ متقیوں کا یا مجرموں کا۔

پھر مولوی ابواحمد صاحب رحمانی فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کا دعویٰ نبوت درست نہیں ہوسکتا کیونکہ انہوں نے اپنے مخالفوں پر موسلے دھار اور لیے حرار لعنتوں کی قطار برسائی اور اُن کو بندر اور سور بنایا۔ مولوی ابواحمد صاحب کے معیار بالکل نرالے ہیں۔ مولوی صاحب! آپنے کہاں پڑھا کہ نبی اور رسول اپنے منکرین پر لعنت نہیں کیا کرتے اور جو نبی اپنے مخالفین کے حق میں بندر اور سور کے الفاظ استعمال کرتا ہے وہ سچا نبی نہیں ہوسکتا۔ معلوم نہیں ہمارے زمانہ کے مولوی قرآن شریف سے ایسے بے خبر کیوں ہیں۔ اگر مولوی صاحب کو خبر نہیں تو میں اُن کو قرآن شریف کی ایک آیت سناتا ہوں۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے لُعِنَ الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد وعیسی ابن مریم ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون۔ دیکھئے یہاں ایسے دو نبیوں کا ذکر ہے جنہوں نے اپنی قوم پر لعنت کھیجی تھی اور یہ لوگ بنی اسرائیل میں سے تھے۔ اور لعنت کی وجہ خدائے تعالیٰ یہ بیان فرماتا ہے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے نکلنے والے تھے اب میں مولوی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ دونوں نبی سچے نبی نہ تھے

اور کیا وہ لوگ جنپر یہ لعنت پڑی توریت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانیکے مدعی نہ تھے۔ انہوں نے اپنے زمانہ کے رسول کا انکار کیا اور پھر اسی پر بس نہ کی بلکہ عصیان اور اعتداء کے مرتکب ہوئے تب خدا کے دو برگزیدہ نبیوں نے انپر لعنت کی اگر وہ صرف انکار پر اکتفا کرتے اور عصیان اور اعتداء کے مرتکب نہ ہوتے تو اگرچہ وہ اپنے زمانہ کے رسول کے منکر ہونے کی وجہ سے کفر ہی کے فتوے کے نیچے آگئے تھے مگر نبی کی طرف سے لعنت کا تحفہ اُنکو نہ دیا جاتا پس ایسا ہی اگر اس زمانہ کے بعض لوگ اعتداء اور عصیان کے مرتکب ہو کر لعنت کے نیچے آگئے تو اس میں خدا کے مسیح کا کیا قصور۔ یہ لعنت تو لوگوں نے خود حاصل کی۔ اور اس طرح نہ صرف حضرت مسیح موعود کی حضرت مسیح ناصری علیہما الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مماثلت ثابت کر دی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی کو بھی پورا کر دیا جس میں آپ نے خبر دی تھی کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں میری اُمت کے بعض لوگ یہودیوں سے مشابہت تامہ حاصل کرینگے اور کوئی کام ایسا نہ رہے گا جو یہودیوں میں سے کسی فرد نے کیا ہو اور اس اُمت کے بعض لوگ اُس کو نہ کریں۔ سو اس پیشگوئی کا پورا ہونا ضروری تھا اور چونکہ یہود میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جو اپنے عصیان اور اعتداء کی وجہ سے حضرت مسیح ناصری علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر لعنت کیے گئے اسلیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کی پیشگوئی کے مطابق اس اُمت میں بھی بعض افراد ایسے بدقسمت نکلے جنھوں نے مسیح قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابل میں عصیان اور اعتداء سے کام لیکر وہی حصہ پایا جو حضرت مسیح ناصری علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے یہود نے حاصل کیا پس مولویصاحب۔ یہ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی ایک دلیل ہے اگر آپ اس وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار کرتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ آپ حضرت مسیح ناصری علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت سے انکار کریں۔ آخر یہ مسیح تو اُسی پہلے مسیح کے نقش قدم پر آیا ہے اسلیئے اُس سے مماثلت ضروری تھی پس اگر اس زمانہ کے بعض بدقسمت لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر وہی چیز حاصل کی جو پہلے زمانہ کے یہود نے حضرت مسیح اسرائیلی علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر حاصل کی تھی تو انھوں نے نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کی پیشگوئی کو پورا کیا بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت مسیح اسرائیلی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا مثیل ہونا ثابت کر دیا۔ تعجب ہے کہ مولوی صاحب اُسی بات کو اعتراض کے رنگ میں پیش کرتے ہیں جو حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک ثبوت ہے۔ باقی رہا یہ کہ ایسے لوگ خدا اور رسول کے ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ سو اس کے متعلق عرض ہے کہ کیا وہ یہود جن پر حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور ان کے بعد حضرت مسیح ابن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام نے لعنت کی تھی خدا اور رسول کے ماننے کے مدعی نہ تھے۔ اس زمانہ کے مسلمانوں کی طرح وہ بھی یہی دعویٰ کرتے تھے کہ ہم خدا کو مانتے ہیں اور اسکے رسول موسیٰ علیہ السلام کو سچا نبی قرار دیتے ہیں۔ مگر باوجود اس دعوے کے وہ لعنت کے مستحق ہو گئے مولویصاحب! صرف زبان سے دعویٰ کرنا اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ ایسا دعویٰ کرنیوالا واقعی سچا مومن ہے۔ کیا قرآن شریف میں ایسے لوگوں کا ذکر آپ نہیں پاتے جن کی نسبت خدائے تعالےٰ فرماتا ہے کہ وہ دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم مومن ہیں اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتے ہیں اور رسول کو بھی ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر خدا کے نزدیک وہ مومن نہیں۔ مولوی صاحب۔ آپنے سورۃ البقرۃ کا دوسرا رکوع تو ضرور پڑھا ہوگا کیا اس میں خدائے تعالیٰ یہ نہیں فرماتا و من الناس من یقول اٰمنا باللہ و بالیوم الاٰخر وما ھم بمؤمنین۔ پھر ایک اور سورۃ میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے قالوا نشھد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشھد ان المنٰفقین لکٰذبون۔ پھر مولوی صاحب! بتلائیے کہ جن لوگوں کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ انہیں یہود کے صفات پیدا ہو جائیں گے اور یہودیوں کے تمام افعال ان سے سرزد ہونگے کیا وہ لوگ یہ دعویٰ کرنے والے نہ ہونگے کہ ہم اللہ اور رسول کو مانتے ہیں پس جب یہودی بننے والے وہی لوگ تھے جو اللہ اور رسول پر ایمان لانے کے مدعی تھے تو لعنت حاصل کرنیوالے بھی ایسے ہی لوگ ہونے چاہئیں تھے۔ کیونکہ لعنت کا حاصل کرنا انکے یہودی بننے کا ایک ثمرہ تھا جو انہیں حاصل ہوا۔

پھر کیا مولوی صاحب کو یہ بھی معلوم ہے کہ وہ لعنت کی قطاریں کن لوگوں کے برخلاف لکھی گئیں اور ان کا واقع ہونا کن شرائط کے ساتھ مشروط کیا گیا تھا جہاں تک مجھے اسوقت یاد ہے تین کتابوں میں ایسی لعنتیں لکھی گئی ہیں ایک توراۃ میں اور وہ مسیحیوں کے برخلاف ہیں۔ اور جن حالات کے ماتحت وہ لکھی گئیں وہ یہ ہیں کہ بعض پادریوں نے جو اسلام سے مرتد ہو کر مسیحی گروہ میں داخل ہو گئے تھے امریکہ کی ایک مذہبی کانگریس میں یہ مضمون پیش کیا کہ ہم لوگ پہلے

مسلمان تھے اور ہم عربی زبان سے خوب آگاہی رکھتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ قرآن شریف کا ایک بے نظیر کلام ہونے کا دعویٰ بالکل جھوٹا ہے۔ بے نظیر ہونا تو کجا وہ فاش غلطیوں سے بھرا ہوا ہے اور وہ کسی طرح خدا کا کلام نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک سخت دھوکہ تھا جو مغربی لوگوں کو دیا گیا۔ گویا انکو سنایا کہ ہم عربی زبان کے ماہر ہیں اور ہم علی بصیرت جانتے ہیں کہ یہ ایک غلط اور غیر فصیح عبارت ہے اور اسی لئے ہم نے اسلام کو اور اسلام کے نبی کو ترک کیا اور یسوع مسیح کی خدائی پر ایمان لائے۔ اس کے مقابل میں حضرت مسیح موعودؑ نے ایک کتاب عربی زبان میں تصنیف فرمائی اور ان پادریوں کو جو مولوی ہونیکا دعویٰ کرتے تھے اور اپنے آپ کو اس قابل ظاہر کرتے تھے کہ قرآن شریف کی زبان پر نکتہ چینی کریں یہ چیلنج دیا کہ اگر تم واقعی عربی جانتے ہو اور اپنے تئیں اس قابل سمجھتے ہو کہ قرآن شریف کی فصاحت و بلاغت پر اعتراض کرو تو آؤ قرآن شریف کے ایک ادنیٰ غلام کے ساتھ مقابلہ کرلو اور میری اس کتاب کے مقابل میں ایک فصیح عربی میں کتاب لکھو تا یہ ثابت ہو کہ واقعی تم عربی زبان میں دسترس رکھتے ہو اور فی الحقیقت تم اس قابل ہو کہ قرآن شریف کی زبان پر نکتہ چینی کرو۔ لیکن اگر تم قرآن شریف کے ایک خادم اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وخلفاءہ وبارک وسلم کے ایک غلام کے مقابل میں بھی نہ نکلو گے تو پھر یہ ظاہر ہو جائے گا کہ تم اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہو اور تمھارا یہ ظاہر کرنا کہ ہم اس قابل ہیں کہ قرآن شریف کے کلام پر نکتہ چینی کر سکیں ایک دھوکہ ہے۔ اور اگر تم اسکے بعد بھی اپنی دروغ گوئی سے باز نہ آئے اور لاجواب ہونیکے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وخلفاءہ وبارک وسلم کی توہین اور قرآن شریف کے بارہ میں اپنی ہرزہ درائی سے باز نہ آئے تو پھر اُن لعنتوں سے جو ذیل میں لکھی جاتی ہیں ڈرو۔ مولویصاحب فرمائیے کہ کیا یہ لوگ بھی آپکے نزدیک اللہ اور رسول کے ماننے والے ہیں۔ آپ خود ہی فرمادیں کہ ایسے لوگوں کی نسبت قرآن شریف کا کیا فتویٰ ہے۔ دوسری کتاب جسمیں حضرت مسیح موعودؑ نے دس لعنتیں لکھی ہیں وہ آئینہ کمالات اسلام ہے اسمیں ایک شخص کے سامنے جس نے آپ کو کاذب اور دجال مشتہر کیا۔ قرآن شریف کی بنا پر ایک طریق فیصلہ پیش کیا ہے اور لکھا ہے کہ اگر وہ اس کھلے کھلے فیصلہ کو منظور نہ کریں اور بھاگ جائیں اور خطا کا اقرار بھی نہ کریں تو انکے لیئے خدائے تعالیٰ کی عدالت سے دس لعنتوں کا انعام ہے۔ اب مولویصاحب فرمادیں کہ ایک شخص دوسرے کو جھوٹا اور دجال قرار دیتا ہے اور اسطرح خلق خدا کو

گمراہ کرتا ہے اور پھر طریق فیصلہ کی طرف بھی نہیں آتا اور نہ اپنے خطا کا اقرار کرتا ہے تا لوگ دھوکہ سے بچ جاویں تو پھر ایسے آدمی کی نسبت قرآن شریف کا کیا فتویٰ ہے۔ مامور من اللہ کو اس بات کا طبعاً بڑا فکر ہوتا ہے کہ لوگ گمراہی سے بچ جاویں اسلئے وہ ایسا طریق اختیار کرتا ہے جس سے لوگوں کے سامنے حق اور باطل میں فرق ظاہر ہو جاوے اور لوگ دھوکہ کھانے سے بچ جائیں۔ ایسا شخص خدا کی نظر میں کسقدر گنہگار ٹھہرتا ہے جو لوگوں کا لیڈر ہونیکا مدعی ہے اور عالم و فاضل کے نام سے مشہور ہے اور وہ لوگوں کو کہتا ہے کہ یہ مدعی نبوت مفتری اور دجّال ہے اسکے نزدیک مت جاؤ۔ اس صورت میں کیا مامور من اللہ کا یہ فرض نہیں کہ وہ کوئی ایسی راہ تجویز کرے جس سے افترا کا الزام لگانیوالے کا کذب ظاہر ہو جاوے اور لوگوں پر یہ امر واضح ہو جاوے کہ خدا کے مامور کو دجال کہنے والا جھوٹا ہے۔ پس اگر حضرت مسیح موعودؑ نے ایک ایسے ہی شخص کو مجبور کیا کہ وہ ایسے فیصلہ کی طرف آئے جس سے حق و باطل میں فرق ہو جاوے اور لوگوں کو معلوم ہو جاوے کہ صادق کون ہے اور دجّال کون ہے تو کیا ایک دنیا کا گمراہ ہو جانا ایک چھوٹی سی بات ہے۔ کیا مامور من اللہ کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ دجّال کہنے والوں کا جھوٹ ظاہر کر دے تا لوگ دھوکہ سے بچ سکیں اور گمراہی میں نہ پڑیں اور ان پر کھل جائے کہ جس نے دجل اور افترا کا الزام لگایا تھا وہ اپنے بیان میں جھوٹا تھا۔ پس اسی فرض کو ادا کرنے کے لیئے حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے بعض خاص دشمنوں کو جنکا اثر بہت لوگوں پر پڑ سکتا تھا ایک فیصلہ کے لیئے بلایا اور ان کو سُنا دیا کہ اگر تم کھلے کھلے فیصلہ کی طرف نہ آؤ گے اور نہ دجّال و مفتری کہنے سے رکو گے تو یاد رکھو کہ خدائے تعالیٰ کے دربار سے لعنت کا انعام تمکو دیا جائے گا۔ اس طریق میں دو قسم کا فائدہ عظیم تھا ایک فائدہ تو اُس الزام لگانیوالے کے نفس کے لیئے تھا تا وہ خدائے تعالیٰ کے عذاب سے ڈرے اور خدا کے مامور کو دجّال اور کاذب کہنے میں جلدی نہ کرے بلکہ تقوے سے کام لے تا ایسا نہ ہو کہ کہیں خدائے تعالیٰ کی لعنت کے نیچے آجائے۔ پس حضرت مسیح موعودؑ کا اپنے بعض مخالفین کو یہ کہنا کہ اگر تم طریق فیصلہ کی طرف آؤ گے اور نہ اپنی روش کو چھوڑو گے تو خدا کی لعنت سے ڈرو یہ ان مخالفوں پر ایک قسم کا رحم تھا تا وہ غور کریں اور جلدی کر کے اپنے تئیں اور نیز دوسرے لوگوں کو ہلاکت کے گڑھے میں نہ پھینک دیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں خدائے تعالیٰ منکروں کو بار بار عذاب سے ڈراتا ہے اور نبی بھی اسی لیئے

آتے ہیں تا لوگوں کو خدا کے عذاب اور لعنت سے ڈرائیں اور کئی لوگ اس سے فائدہ بھی اُٹھاتے ہیں۔ پس اگر حضرت مسیح موعودؑ نے اسی طریق پر عمل کیا تو مولوی ابو احمد صاحب کیوں اعتراض کرتے ہیں۔ پس ایک فائدہ تو اس سے یہ ہے افترا کا الزام لگانے والا خود خدا سے ڈرے اور تقویٰ سے کام لے تا لعنت کا شکار نہ ہو جاوے دوسرا فائدہ اس طریق میں یہ ہے کہ حق کے طالبوں پر حق کُھل جاتا ہے۔ یا تو وہ شخص جو جرأت کر کے افترا اور دجل کا الزام لگاتا ہے خدا کی لعنت سے ڈر کر تقویٰ سے کام لیتا ہے اور اپنی خطا کا اقرار کر لیتا ہے جس سے حق کے طالبوں پر کُھل جاتا ہے کہ اُس کا الزام جھوٹا تھا اور اگر وہ شخص اپنی خطا کا اقرار نہ کرے تو پھر دو صورتیں ہونگی یا تو وہ اُس کُھلے کُھلے فیصلہ کی طرف آجائے گا اور اس طرح حق اور باطل میں فرق ہو جائے گا اور اگر وہ اُس کُھلے فیصلہ کی طرف نہ آئے تو اُس کا گریز کرنا حق کے طالبوں پر یہ ظاہر کر دیگا کہ وہ حق پر نہیں ہے کیونکہ اگر وہ حق پر ہوتا تو ہرگز گریز اختیار نہ کرتا خصوصاً جبکہ گریز کی صورت میں لعنت جیسا خطرناک انعام اُسکے آگے پیش کیا گیا ہو۔ پس باوجود لعنت کے خوف کے اُس کا گریز کرنا حق کے طالبوں پر اُس کا باطل پر ہونا ظاہر کر دیتا ہے۔

تیسری کتاب جس میں ایسا ذیل لعنتوں کی فہرست دی گئی ہے وہ اعجاز احمدی ہے اور وہ بھی بعینہٖ اُسی قسم کی صورت ہے جیسے اوپر مذکور ہوئی۔

پھر ایک اور اعتراض مولوی ابو احمد صاحب حضرت مسیح موعودؑ پر یہ کرتے ہیں کہ وہ اپنی مدح کے الہامات شائع کرتے ہیں حالانکہ یہ طریق انبیاء کا نہیں ہے۔ معلوم نہیں مولویصاحب نے نبوت کے یہ معیار کہاں سے جمع کیے ہیں اور کس الہامی کتاب میں اُنہوں نے یہ پڑھا ہے کہ جو نبی اپنی مدح کے الہامات لوگوں میں شائع کرتا ہے وہ سچا نبی نہیں ہو سکتا۔ مولویصاحب! اگر آپ کا یہ معیار درست ہے تو پھر اور تو اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے آپکو انکار کرنا پڑیگا کیونکہ قرآن شریف میں ایسے الہامات موجود ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح پائی جاتی ہے۔ اُمید ہے کہ مولوی صاحب کو اس امر سے انکار نہیں ہو گا۔ اگر اُنکو انکار ہو تو ایسی آیات قرآنی پیش کیجا سکتی ہیں۔ پھر کیا مولویصاحب آپ کو قرآن شریف کا یہ حکم یاد نہیں واما بنعمت ربك فحدّث کیا آپ کو اُن احادیث کا علم نہیں جن میں آپ نے اس امر الٰہی کی تعمیل فرمائی۔ اور ایسی نعمتوں کا اظہار فرمایا جو دوسرے لوگوں اور دیگر انبیاء سے بڑھکر آپ کو خصوصیت کے ساتھ عطا کی گئی تھیں۔ کیا آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

مدح کے الہامات کیوں شائع کیے

کا یہ فرمانا یاد نہیں انا سید ولد آدم ولا فخر۔ تعجب ہے خدائے تعالیٰ تو یہ فرمائے واما بنعمت ربك فحدث۔ اور مولویصاحب اعتراض کریں کہ مدح کے الہامات شائع کرنیوالا نبی نہیں ہو سکتا۔

پھر ایک اور اعتراض مولویصاحب یہ کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مخالفوں کو بندر اور سؤر کہا اسلیئے وہ سچے نبی نہیں ہو سکتے۔ مولویصاحب کے اعتراضات کو پڑھکر شک گذرتا ہے کہ شائد مولویصاحب نے کبھی قرآن شریف کو پڑھا ہی نہیں اور اگر کبھی پڑھا ہے تو اب بالکل دماغ سے نکل گیا ہے اور بالکل نسیاً منسیا ہو گیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جتنے انبیاءؑ گذرے انہیں سے کسی نے موٹے موٹے اور لمبے حرفوں میں لعنتوں کی قطار نہیں برسائی "نہ کسی مخالف کو بندر اور سؤر بنایا" حالانکہ انبیاءؑ کے مخالفوں کا بندر اور سؤر بننا قرآن شریف میں کھلے الفاظ میں لکھا ہوا ہے۔ اگر مولویصاحب کو معلوم نہیں تو میں انکو سُنا دیتا ہوں قل یا اهل الکتب هل تنقمون منا الا ان امنا بالله وما انزل الینا وما انزل من قبل وان اکثرکم فسقون۔ قل هل انبئکم بشر من ذلك مثوبة عند الله من لعنه الله وغضب علیه وجعل منهم القردة والخنازیر وعبد الطاغوت اولٓئك شر مکانا واضل عن سواء السبیل (اے پیغمبرؐ) کہدے کتاب والو تم ہم میں کچھ نہیں مگر یہی عیب لگاتے ہو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو ہم پر اُترا اُسپر اور جو ہم سے پہلے اُترا اُسپر ایمان لائے اور یہی کہ تم میں اکثر فاسق ہیں (اے پیغمبرؐ) کہدے میں تمکو وہ دین والے بتلاؤں جن کو اللہ تعالےٰ کے پاس سے بُرا بدلہ ملنے والا ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور اُنپر غصہ ہوا اور ان میں سے کتنوں کو بندر اور سؤر بنا دیا اور جنہوں نے شیطان کو پوجا (مائدہ - ۹) دیکھیئے مولویصاحب! یہاں خدا تعالےٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ تو اہل کتاب کو سُنا دے کہ تم پر خدا کی لعنت اور خدا کا غضب ہوا اور خدا نے تمھیں بندر اور سؤر بنا دیا۔ اب کیا اُس زمانہ کے اہل کتاب آپ کی طرح یہ اعتراض کر سکتے تھے کہ یہ کیسے سچا نبی ہو سکتا ہے یہ تو اپنے مخالفوں کو ملعون اور بندر اور سؤر کہتا ہے کیا اب بھی آپ یہی کہیں گے کہ آپ کا یہ اعتراض بالکل بجا ہے اور جو مامور من اللہ اپنے مخالفوں کو ملعون اور بندر اور سؤر کہے وہ سچا نبی نہیں ہو سکتا۔ مولویصاحب! کچھ تو سوچکر بات کرنی

بندر اور سؤر

چاہیئے۔ آپ کی باتیں تو دُور چلی جاتی ہیں۔ پھر مولوی صاحب! آپنے یہ بھی سوچا کہ جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے زمانہ کے اہل کتاب کو آیات مندرجہ بالا کے الفاظ میں مخاطب کر سکتے تھے ایسا ہی حضرت مسیح موعودؑ بھی اس زمانہ کے مسلمانوں کو یہ کہہ سکتے تھے ھل تنقمون منا الا ان اٰمنا باللّٰہ وما انزل الینا وما انزل من قبل و ان اکثرکم فٰسقون ٭ یعنی تم ہم میں کچھ نہیں مگر یہی عیب نکالتے ہو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر٭ اور جو الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ کے یہود کو فرمائے بعینہٖ وہی الفاظ حضرت مسیح موعودؑ اس زمانہ کے مسلمانوں کو کہہ سکتے تھے۔ اور پھر مولوی صاحب! میں آپسے ایک اور بات دریافت کرتا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی تھی کہ آپکی اُمت کے بعض لوگ ایک زمانہ میں یہودی صفت ہو جاوینگے اور جو کام پہلے یہود نے کیئے تھے وہ سب کام یہ لوگ بھی کرینگے۔ جب یہ بات ہے تو کیا یہ ضروری نہیں تھا کہ اس اُمت میں بھی بعض بدقسمت لوگ ایسے پیدا ہوتے جنپر پہلے زمانہ کے یہود کی طرح وجعل منھم القردۃ والخنازیر کی آیت کریمہ صادق آتی۔ تو جب یہ امر ضروری تھا تو پھر آپ کیوں اعتراض کرتے ہیں کہ مسیح موعودؑ نے اپنے بعض مخالفوں کی نسبت یہ الفاظ کیوں استعمال کیئے؟ مولویصاحب! اس میں حضرت مسیح موعود کا کیا قصور؟ ان سب باتوں کی تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۳۰۰ سال قبل خبر دیدی تھی۔ اور یہ سب امور حضرت مسیح موعودؑ کے وجود کی ضرورت کے شاہد اور اُس کی صداقت کے نشان ہیں اور آپ کو یہی باتیں اعتراض کے رنگ میں نظر آتی ہیں۔ آپ کو تو چاہیئے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سُنکر حضرت مسیح موعودؑ کے وجود کی ضرورت کو تسلیم کر لیتے۔ کیونکہ بیماروں کے لیئے مسیحائی ضرورت ہے۔ مولوی صاحب یہ اُمت خیر الامم کس طرح کہلا سکتی ہے جبکہ یہودی تو اسی قوم میں سے پیدا ہوں اور مسیح باہر سے آئے۔ اگر اس اُمت میں مسیحا پیدا کرنے کا مادہ نہیں تو پھر تو یہ اُمت سب سے گری ہوئی ٹھہری۔ کیونکہ یہود خواہ کیسی ہی بُری حالت میں ہو گئے تھے مگر پھر بھی اُن میں ایک ایسی عورت تھی جس کے پیٹ سے ایک مسیحا پیدا ہو گیا۔ تو کیا اُمت محمدیہ ایسی بھی گئی گذری ہے کہ یہود تو ان میں پیدا ہوں مگر مسیحا کیلیئے بنی اسرائیل کی طرف دیکھنا پڑے افسوس آپکی مولویت پر۔

پھر مولوی صاحب ایک اور بڑا بھاری اعتراض پیش کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں "بھلا یہ ذرا نظر

٭ اور اُس وحی پر جو ہماری طرف اُتاری گئی اور اُس پر جو پہلے اُتاری گئی ایمان لائے اور تم میں سے اکثر فاسق ہیں

اُٹھاکر دیکھو کہ پچاس برس پہلے یعنی مرزا صاحب کی کمسنی میں غلہ کس بھاؤ سے فروخت ہوتا تھا اور اب کیا نرخ ہے۔ مثلاً دودھ اور گھی پہلے کئے سیر بکتا تھا اور مرزا صاحب کی مسیحیت میں کسقدر ہوگیا۔ اُسوقت سیروں کا انداز تھا۔ اور اب چھٹانکوں کا انداز ہے" مولوی صاحب! اگر آپ کو قرآن شریف کی خبر ہوتی تو آپ یہ اعتراض نہ کرتے۔ کیونکہ قرآن شریف کے رُو سے سچے رسول کی ایک یہ بھی علامت ہے کہ اُسکے عہد میں گرانی ہو اور وبائیں پڑیں سو ایک نشان کی آپ خود تصدیق فرما رہے ہیں دوسرے نشان کی زمانہ گواہی دے رہا ہے۔ اگر آپ پوچھیں کہ وہ کونسی قرآنی آیت ہے جس میں مرسلین کیلئے یہ دو امر بطور نشان کے بیان کیئے گئے ہیں۔ تو اُسکے جواب میں عرض ہے کہ مندرجہ ذیل آیت میں یہ دونوں نشان ہر ایک مرسل من اللہ کے لیئے بیان کیئے گئے ہیں۔ اور وہ آیت کریمہ یہ ہے وما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا اھلھا بالبأسآء والضرآء لعلھم یضّرعون (اعراف - ۱۲) اس آیت کا مولوی وحید الزمان صاحب جو مولوی ابو احمد صاحب رحمانی کی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخالف ہیں اس طرح ترجمہ کرتے ہیں (جو خطوط وحدانی کے اندر تشریحی الفاظ لکھے گئے ہیں وہ بھی مولوی وحید الزمان صاحب ہی کی طرف سے ہیں)

ترجمہ" اور ہم نے جب کبھی کسی بستی میں کوئی پیغمبر بھیجا تو وہاں کے رہنے والوں پر ہم نے محتاجی (مثلاً قحط وغیرہ) اور بیماری (طاعون وغیرہ) بھیجی اسلیئے کہ وہ گڑگڑائیں" دیکھیئے اس آیہ کریمہ میں خدائے تعالیٰ یہ اپنی سنت بیان فرماتا ہے کہ ہر ایک رسول کے زمانہ میں ہم دو چیزیں بھیجتے ہیں۔ ایک قحط سالی دوسرے وبا پس اسی سُنت کے مطابق اس زمانہ کے رسول کے وقت میں بھی خدائے تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کو بھیجا۔ اگر آپ صاحبان غور کرتے تو یہ امر حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا ایک زبردست نشان تھا مگر پہلے زمانہ کے لوگوں کی طرح آپ لوگوں نے بھی اس نشان سے کچھ فائدہ نہ اُٹھایا بلکہ اسی امر کو اعتراض کے رنگ میں پیش کرتے ہو۔ آپ خود تسلیم کرتے ہیں کہ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نبوت و رسالت کا دعویٰ کرتے ہیں اسلیئے ان کے دعوے کو گذشتہ انبیاء کے حالات کے مطابق کرکے دیکھنا چاہیئے۔ پس مَیں کہتا ہوں کہ آپ مقابلہ کرکے دیکھ لیں حضرت مسیح موعودؑ میں تو نبیوں اور رسولوں کی ساری شانیں چمکتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ مگر پھر بھی آپ لوگ نہیں مانتے۔ بلکہ اُنکے مقابل میں وہی باتیں کہتے ہو جو پہلے لوگ کہ گئے جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے

بل قالوا مثل ما قال الاوّلون - خدائے تعالیٰ سچ فرماتا ہے - کذٰلک قال الذین من قبلھم مثل قولھم تشابھت قلوبھم قد بینا الاٰیٰت لقوم یوقنون۔

مولویصاحب! آپ لوگ تو اپنی ہی باتوں اور کارروائیوں سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی گواہی دے رہے ہو۔ کیونکہ آپنے اس مامور من اللہ کے مقابل میں وہی کچھ کرکے دکھا دیا جو پہلے مامورین کے مخالف کیا کرتے تھے - پس اگر آپ صاحبان نے مسیح موعودؑ کی صداقت کا نشان دیکھنا ہے تو اپنے نفسوں پر غور کرو جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے - وفی انفسکم افلا تبصرون

مسیحی دنیا کا ایک تنگ و تار ایک پہلو

(ایک احمدی کے قلم سے)

خودکشی بھی مسیحی دنیا کی تہذیب کا ہی ایک کرشمہ ہے - مہذب عیسائیوں میں اس مرض کی گرم بازاری بڑی تحیر خیز ہے - مثال کے طور پر میں ناظرین کے سامنے اخبار لینیسٹ کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں - جس میں صرف شہر وی آنا میں اس مرض کے بھینٹ چڑھنے والوں کا اندازہ کیا گیا ہے - اخبار مذکور کا ایک نامہ نگار لکھتا ہے " نقشہ تعداد و شمار اموات خودکشی ظاہر کرتا ہے - کہ صرف شہر وی آنا میں خودکشی سے اس سال ۱۵۵۸ جانیں تلف ہوئیں - سال گذشتہ کی تعداد ۱۴۰۶ تھی - قابل ذکر بات یہ ہے - کہ اس اضافہ کی ذمہ وار زیادہ تر عورتیں ہیں جنکی تعداد گذشتہ سال کی تعداد ۵۱۰ کے مقابل امسال ۶۲۷ ہے - مردوں نے بھی اضافہ تو کیا مگر صرف ۳۵ جانوں کا " اس سے بظاہر نتیجہ نکل سکتا ہے - کہ عورتیں بیشک و شبہ مردوں کے مقابل جسمانی و روحانی تکالیف کی برداشت میں زیادہ نازک اور کمزور واقع ہوئی ہیں - اور کہ وہ روزانہ زندگی کے بوجھ کی متحمل نہیں ہوسکتیں - لیکن اس نقشہ کا ایک دوسرا روح فرسا پہلو یعنی چھوٹے بچوں کا بھی اس مہلک مرض میں گرفتار ہونا ہمیں اوپر کے نتیجہ پہنچنے سے باز رکھتا ہے - سن و سال پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے - کہ ہر عمر کے لوگ اس بلائے ناگہانی کا شکار ہوتے ہیں سب سے بڑا آدمی

جو اس مرض کا شکار ہوا ۸۸ سال کا بوڑھا تھا اور سب سے چھوٹا ۹ سال کا ایک بچہ تھا۔

جو صاحب مہذب عیسائی دنیا کی ترقی کو عیسائیت کی پُر اثر تعلیم کا نتیجہ سمجھتے ہیں میں ان سے سوال کرنیکا ضرور مجاز ہوں۔ کہ صاحب۔ ممالک مسیحیہ میں خودکشی کی عادت یہ نوبت۔ یہ کثرت اس کو عیسائیت ہی کا ثمرہ کیوں نہ کہا جائے۔ مسیحی مذہب ایسا کمزور ثابت ہوا ہے کہ ایک معمولی سے معمولی اور خفیف سے خفیف قباحت کی روک تھام بھی اسکے ضبط اختیار سے باہر نظر آتی ہے۔ اب تو یہ قباحت انکی تہذیب کا ایک دھبہ ہے۔ بھلا جو مرض اس کے اندر سے پھوٹے وہ خود ہی اسکا علاج کرے یہ کیسے ممکن ہے۔ عیسائیوں میں مرض خودکشی کی یہ کثرت۔ کیا اس امر کا ثبوت نہیں۔ کہ ان لوگوں کو کسی آئندہ زندگی کا یقین نہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ عملی طور پر انکا مذہب یہاں تک ہی پہنچتا ہے۔ کہ موت کے ساتھ انسان کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور اس زندگی کے بعد کوئی ایسا عالم نہیں جہاں اعمال کی جزا و سزا ملتی ہو۔ پس کیا ضرور۔ کہ دنیاوی وسفلی مشکلات میں کوئی ہمت دکھا دیں۔ ذرا مشکل کا سامنا ہوا۔ اپنا کام آپ تمام کر دیا۔ گلا ہاتھ سے گھونٹ لیا۔ نہ کوئی مشکل۔ نہ کوئی غم۔ اگر انکو اس بات کا یقین ہو کہ موت کے بعد ایک اور زندگی ہوگی جس میں انکے اس فعل کی انکو سزا دیجاویگی تو وہ ہرگز ایسے فعل کا ارتکاب نہ کریں۔

دوسرا امر جو خودکشی کے رواج سے مستنبط ہوتا ہے یہ ہے کہ ان لوگوں کو خدا کی قدرت اور طاقت پر ایمان نہیں اور نہ اس بات پر یقین ہے کہ ایک ایسی ہستی ہے جو انکی دعا کو سُن سکتی ہے اور ہر ایک مشکل سے اُن کو نجات دے سکتی ہے۔ ذرا سا سفلی اشکال دیکھا۔ نظر دوڑائی۔ دل نے فیصلہ کیا اب راستہ بچنے کا نہیں۔ عالم یاس میں گھبر گئے۔ موت کے سوائے انہیں چھٹکارا کون دے سکتا ہے۔ اگر عیسائیت نے اپنے پیروؤں کے دلوں میں قبولیت دعا اور خدا کی قدرت کا یقین مضبوط طور پر گاڑ دیا ہوتا تو اس مرض کا عیسائیت میں نام و نشان نہ ہوتا۔ ایک انسان جسے یہ ایمان نصیب ہے کہ خدائے قدوس کی ذات اس بات پر قادر ہے کہ اسے ہر مشکل سے نجات دے سکے اور یہ کہ وہ اسکی آواز کو اور اسکی دُعا کو سنتی اور قبول کرتی ہے تو بھلا اسکے پاس یاس پھٹکنے بھی کیوں پاسکتی ہے رسول اللہ ﷺ کے۔ کفار مکہ تنگ و تار غار کے مُنہ پہ آ کھڑے ہوتے ہیں۔ اُس غار میں دو پاکیزہ نفس حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پناہ گزین ہیں۔ آپ دونوں باہر کفار کے پاؤں تک آنکھ سے دیکھ رہے ہیں مکہ کا کھوجی غار کے مُنہ پر اپنا سامنہ لے کے آسمان کی طرف تکتا رہ جاتا ہے

اور منہ اٹھاکے کہہ دیتا ہے۔ کہ جن کی ہمیں تلاش ہے وہ یا تو اس غار کے اندر ہیں یا آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں۔ اس موقعہ پر جبکہ دشمن اپنے شکار کو غار کے اندر تھوڑی سی نظر دوڑانے سے پا سکتے ہیں۔ رسولِ خدا اپنے ساتھی کو یہ کہکے تسلی دیتے ہیں لا تحزن ان اللہ معنا۔

اسی طرح حضرت موسیٰ کے ساتھی سامنے سمندر اور عقب میں خونی دشمن فرعون گھوڑوں گاڑیوں اور فوجوں کے ساتھ چڑھا آرہا دیکھکر کہُ اٹھتے ہیں انا لمدرکون۔ ہم تو پکڑے گئے حضرت موسیٰ کمال اطمینان سے فرماتے ہیں کلا ان معی ربی سیھدین۔ ہرگز نہیں۔ میرا مولیٰ میرے ساتھ ہے۔ وہ مجھے ضرور کوئی راستہ دکھا دیگا۔

ان دونوں ہی موقعوں پر بظاہر بچ نکلنے کی ذرا گنجائش باقی نہیں۔ اوّلاً پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے ساتھی کے ہمراہ غار میں ہیں اور دشمن غار کے منہ پر۔ ثانیاً ایک نبی اللہ اور اسکے ہمراہیوں کے سامنے تو ایک بحر پُر تلاطم موجزن ہے۔ اور پیچھے دشمن غضب میں بھرا ہوا ما دھاڑ کرتا چلا آرہا ہے۔ ہر دو موقعہ پر تباہی کی تصویر سامنے لٹکتی ہے۔ تاہم اللہ کے دونوں پیارے اپنے مولیٰ کی ذات کامل الصفات پر پورا بھروسہ اور یقین واثق رکھے ہوئے ہیں۔ کہ وہ ذات انہیں دشمن کے ہاتھ پڑنے سے محفوظ رکھے گی۔ اور پھر لطف یہ ہے۔ کہ بظاہر بچنے کی کوئی راہ نظر نہیں آتی۔ اگر کوئی اُمید ہے تو یہی ہے۔ کہ مولیٰ انکے لیئے راہ کھول دے گا۔ اگرچہ آنکھ سے وہ راستہ سردست مخفی ہے۔

یہ دو مثالیں اس بات کے ثبوت میں کیا کم ہیں کہ اللہ کے پیاروں کا اللہ تعالیٰ پر۔ اللہ تعالیٰ کی مدد پر۔ اللہ تعالیٰ کی دستگیری پر کیسا غیر متزلزل ایمان ہوتا ہے۔ اور یہی لوگ اس اعلےٰ شخصیت کی تصویر دکھاتے ہوتے ہیں۔ جو ہمارے لیئے قابل تقلید نمونہ ہوتی ہے۔ رسول مقبولؐ کی نسبت قرآن کریم فرماتا ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ قرآن کریم ایک جگہ اور رقم فرماتا ہے لا تایئسوا من روح اللہ انہ لا یایئس من روح اللہ الا القوم الکفرون لیکن عیسائی اقوام میں خودکشی کی یہ کثرت زبان حال سے پکار پکار کر کہ رہی ہے۔ کہ الرحمٰن الرحیم خدا کے رحم پر وہ ایمان جس کی قرآن مجید میں خاص طور پر تاکید ہے مفقود ہے۔ ممالک عیسویہ میں اس جرم کی خصوصیت سے بلاد اسلامیہ میں اسکا عنقا ہونا اس مقابلہ کو دیکھکر فطرتاً طبعاً ہمیں اس فیصلہ پر

پہنچاتی ہے۔ کہ الرحمٰن خدا کے رحم پر جو ایمان روح اسلام اپنے معتقدین میں پھونک سکتا ہے۔ اسے عیسائیت (عیسائیوں میں پھونکنا تو کیا اسکے سامنے پیش کرنے سے بھی عاجز ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف یہی نہیں کیا کہ اپنے پیروؤں کے دلوں میں خدا کی قدرت اور اُسکے مجیب الدعوات ہونے کا یقین ڈالدیا۔ بلکہ بخلاف حضرت مسیح علیہ السلام کے آنحضرت صلعم نے بوضاحت اس خطرناک جرم سے اپنے پیروؤں کو روک بھی دیا آپ فرماتے ہیں من قتل نفسہ بشیئ فی الدنیا عذب بہ یوم القیمہ۔ جو شخص دنیا میں کسی چیز کے ساتھ اپنے تئیں قتل کرتا ہے وہ اُسی چیز کے ساتھ قیامت کے دن عذاب دیا جائیگا۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔ من تردی من جبل فقتل نفسہ فھو فی نار جھنم یتردی فیہ خالداً مخلداً فیھا ابداً ومن تحسی سماً فقتل نفسہ فسمہ فی یدہ یتحساہ فی نار جھنم خالداً مخلداً فیھا ابداً ومن قتل نفسہ بحدیدۃ فحدیدتہ فی یدہ یجابھا فی بطنہ فی نار جھنم خالداً مخلداً فیھا ابداً (بخاری جلد ۴۔ صفحہ ۱۵) یعنی جو شخص پہاڑ سے گر کر اپنے تئیں قتل کرے وہ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ایسا ہی کرتا رہے گا اور جس نے زہر کھا کر خودکشی کی تو دوزخ میں وہی زہر اُسکے ہاتھ پر ہو گی اور وہ اُسکو ہمیشہ کھاتا رہے گا۔ اور جس نے کسی آلہ سے اپنا کام تمام کیا تو دوزخ میں وہی آلہ اُسکے ہاتھ میں ہوگا اور وہ اُسکو ہمیشہ اپنے پیٹ میں گھونپتا رہیگا۔ رسول اللہ صلعم نے یہانتک تو اپنی اُمت کو منع فرمادیا۔ کہ کوئی شخص مصیبت میں موت اپنے منہ سے نہ مانگے۔ موت کی دعا نہ کرے۔ موت کی آرزو کا کلمہ منہ سے نہ نکالے۔ آپنے ارشاد فرمایا لایتمنین احدکم الموت من ضر اصابہ فان کان لابد فاعلا فلیقل اللھم احینی ما کانت الحیاۃ خیرا لی وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیرا لی۔ یعنی تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے جب اُسکو کوئی تکلیف پہنچے اور اگر اُس نے ضرور دعا کرنی ہی ہو تو اس طرح دعا کرے۔ اے اللہ جب تک جینا میرے لیئے اچھا ہے اُسوقت تک مجھے زندہ رکھ۔ اور جسوقت مرنا میرے لئے اچھا ہو...

جو برکات ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حاصل کیں۔ انکا گننا محال ہے۔ اور خودکشی کی دبا سے جس کا مسیحی اقوام میں یہ زور ہے مسلمان خدا کے فضل سے بالکل پاک ہیں۔ اسکا فخر کائنات محسن خلق اللہ رسول عربی کا طفیل ہے۔ اور ان احسانات و برکات میں سے دیکھتے ہیں۔ کہ مسیحیوں میں تو اس مرض کی حد ہی نہ رہی۔ اور مشرقی اقوام بھی اسکے شکار ہو رہی ہیں

بلکہ اسے استحسان کی نظر سے دیکھتے ہیں تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ جاپان کے اُس بہادر جرنیل نے جس نے روس کو شکست دی تھی اپنے بادشاہ کی موت پر خود بھی خودکشی کر لی اگر اُس ملک میں اسلام کا مذہب ہوتا تو ایسی قیمتی جان ایسی جہالت کا شکار نہ بنتی - ہندو عورتیں اپنے خاوندوں کی موت پر خودکشی کر لیتی ہیں اور بڑی نیکی سمجھی جاتی ہے - پر ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا جتنا بھی شکریہ ادا کریں کم ہے - اُس پاک وجود نے اس مرض کا بیج اُکھیڑ دیا - اور ہمیں صاف بتا دیا - کہ ہم کریں تو وہ جو بھلا ہو - نہ کریں تو وہ جو بُرا ہو - بجز رسول اکرمؐ کے کسی اور کا نام لینا جس نے اسقدر جامع خیر احکام نافذ کیئے ہوں حد امکان سے باہر ہے - جو کچھ انسان کے لیئے مفید ہو سکتا ہے ان میں سے کچھ بھی چھوڑا نہیں گیا - اور غیر مفید نقصان دہ چیزیں مطلقاً شامل ہی نہیں کوئی ایسی نیکی نہیں جس کے کرنیکا اُس رحمۃ للعٰلمین نے حکم نہیں دیا اور کوئی ایسی بُرائی نہیں جس سے آپنے منع نہیں فرمایا - ہر بھلائی جو غیر مذاہب میں کہیں ڈھونڈے سے مل سکتی ہے - قرآن کریم اسے اپنے اندر کہیں بڑھ چڑھ کر لیئے ہوئے ہے - اور ہر بُرائی کی جڑھ تک کھول کھول کر پیش کر دی گئی ہے - کہ ہم اس سے بچیں -

اس زمانہ کی مسیحی تہذیب بجنسہ ایک پھوڑے کے مشابہ ہے - جو بظاہر خوشنما اور چمکیلا اور بدن کے سب باقی حصہ سے اچھا دکھائی دیتا ہے - مگر اندر گندے مواد سے پُر ہے - بے انتہا بُرائیاں ہیں جو مسیحی تہذیب کے چہرے کو سیاہ کر رہی ہیں اور افسوس ہے کہ عیسائیت اس بدی کا علاج کرنے سے بالکل عاجز ہے - اسلام کے معجزنما پاکیزہ دست شفا کے ماسوا اس بدی کا علاج ہونا خیال است و محال است و جنوں - مسیحیوں کا سچا نجات دہندہ تو رسول عربی ہی ہو سکتا ہے - اچھا اسی مرض کو دیکھ لو جس کا ہم اوپر ذکر کر چکے یعنی منحوس خودکشی - ہم قرآن مجید فرقان حمید اور رسول اکرم صلعم کے اقوال و احادیث میں صاف کُھلے احکام پاتے ہیں جو ہمیں خودکشی سے منع کرتے اور اس جُرم کو کبیرہ گناہ ظاہر کرتے ہیں - جسکا مرتکب دائمی عذاب میں گرفتار ہوگا - اگر حضرت مسیحؑ نے بھی اس فعل قبیح سے بچنے کا حکم نافذ کر دیا ہوتا - تو کیا مجال تھی کہ یہ بیہودہ مرض مسیحیوں میں اس کثرت سے پھیلتا - خود مَیں نے ایک مسلمان عورت کو یہ کہتے سنا - کہ مجھے کئی دفعہ اپنا کام تمام کرنے کا خیال آیا مگر رسول اکرم صلعم کے اس فرمان نے کہ جو شخص اپنے تئیں زہر نگلنے سے تباہ کریگا - اُسکے ہاتھ میں زہر کا ایک پیالہ پکڑا یا جائیگا جسے وہ جہنم کی آگ میں جلتے ہوئے پیا کریگا - اس جُرم کے ارتکاب سے باز رکھا - کیونکہ مجھے فکر ہوئی کہ

افکار و اندوہ کا خاتمہ کرنا تو کہیں رہا خود کشی تو مجھے اُن میں دوام کے لیئے گاڑ دیگی - یہی وہ خوف
تھا جس نے اس عورت کو خود کشی سے باز رکھا - اور یہ عورت آخرت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
پر ایمان رکھنے سے ایک مہلک قدم اُٹھانے سے محفوظ رہی - ہر ایک شخص کے دل میں یہ خواہش
ضرور پیدا ہوگی - کہ یہ مسیحی مرد اور عورتیں جو اپنی اس دنیا کی زندگی کو اپنے ہاتھوں ختم کر دینے سے
اپنی مصائب کا خاتمہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کاش یہ لوگ اس مسلمان عورت کے ایمان سے حصہ لیتے -

اگر عیسائیوں کو اس عورت جتنا ایمان بھی نصیب ہوتا - تو وہ اس سے محفوظ رہتے - لیکن یہ ایمان اس
سردار انبیاءؑ کی حلقہ بگوشی کی بدولت ہی نصیب ہو سکتا ہے - جو تیرہ سو سال ہوئے جزیرہ نما
عرب کی صحرا میں ظاہر ہوا - اُس نے عملی طور پر دکھا دیا کہ دنیا کا نجات دہندہ وہ تھا - نہ کوئی اور -
اور اگر مسیحی ممالک اُن امراض سے پاک ہونا چاہیں جو انکی دل ربا آبادیوں میں پھیلے ہوئے ہیں - تو
کیا ہے - اسلامی نبیؐ کی حلقہ بگوشی اختیار کریں نجات دروازہ پر کھڑی ہے .. (راقم ایک احمدی)

رپورٹ ماہوار صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۳ء

صیغہ یتامیٰ - آمد ماہ نومبر ۱۹۱۳ء ماہے آمد ماہ دسمبر ۱۹۱۳ء ۱۱ ہے - صیغہ یتامیٰ کی آمد اس ماہ میں
بہ نسبت گذشتہ ماہ کے پستی کی حالت میں ہے گذشتہ ماہ میں حضرت خلیفۃ المسیحؑ کے ارشاد کی طرف
احباب اور اخوان کو متوجہ کیا گیا تھا کہ خرچ ماہوار یتامیٰ کا دو سو روپیہ سے اوپر ہو رہا ہے اور آمد ماہے
ہے جس کا کوئی اثر نہیں ہوا .. ..

.. .. مگر ہماری دینی توجہ اس بات پر منحصر نہیں ہونی چاہیئے کہ کسی کی یاد دہانی یا تاکید اسکی محرک ہو
سب دوست خوب جانتے ہیں کہ قادیان میں یتامیٰ اور مساکین کی پرورش کا ایک خاص اہتمام ہے
پھر اگر ہم دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہیں تو کیوں اپنے اخراجات میں سے یتامیٰ اور مساکین کا حصہ
نہیں نکالتے - نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان لوح قلب پر آب اخلاص سے لکھنے کے قابل ہے
کہ انا وکافل الیتیم کھاتین فی الجنۃ یعنی آپ فرماتے ہیں کہ میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم)
اور یتیم کا متکفل .. .. ان دو انگلیوں کی طرح دوش بدوش جنت میں رہیں گے یعنی جس طرح

یہ دو انگلیاں سبابہ اور میانہ ہیں اسی طرح متکفل یتیم میرے ساتھ ہوگا اسی بنا پر حضرت خلیفۃ المسیح یتامٰی سے جو اُنسے پرورش پاتے ہیں ایسا سلوک فرماتے ہیں کہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے یہ نبوی فرمان کی قدر ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی قدردانی کی توفیق بخشے۔ آمین

صیغہ زکوٰۃ کی آمد اس ماہ میں قابل شکرگذاری ہے گذشتہ ماہ سے ایک سو کی بیشی ہے مگر گذشتہ سے پیوستہ مہینہ کی نسبت ایک سو کے قریب کمی معلوم ہوتی ہے کیونکہ ماہ اکتوبر کی آمد ۱۲ / ۵۰ عہ اور دسمبر کی ۱۲ / ۵ ہے اللہ تعالیٰ ہماری قوم کو اپنے فضل سے وسیع پیمانہ پر کام کرنیکی توفیق عطا فرماوے تاکہ ان مدات میں اخراجات سے زیادہ آمد نظر آوے و باللہ التوفیق۔

مقبرہ بہشتی اس ماہ میں کوئی میت مقبرہ بہشتی میں مدفون نہیں ہوئی اور صرف ایک وصیت سڑوعہ ضلع ہوشیارپور سے درج رجسٹر ہوکر زر وصیت حوالہ صدر انجمن ہوا مگر میت قبرستان میں ابھی نہیں پہنچ سکی۔ اس ماہ میں کل آمد مقبرہ بہشتی کے صیغہ میں ۱ / ۱۳ پ ہوئی اور بالمقابل خرچ ۲ / ۱۲ پ ہوا مندرجہ ذیل بڑی رقوم اس ماہ میں داخل خزانہ ہوئیں۔

(۱) ڈاکٹر غلام دستگیر صاحب۔ مگوئی سے (۲) بابو عبد الرحمٰن صاحب۔ شملہ۔ عہ (۳) منشی غلام نبی صاحب مدرس۔ رامپور۔ عہ۔ (۴) مسمات بیگم زوجہ مولابخش صاحب بھاگی ننگل ضلع گورداسپور عہ۔ (۵) منشی طفیل احمد صاحب چندوسی۔ عہ۔ (۶) محمد یوسف صاحب زرگر۔ پنڈی چیری ضلع منٹگمری عہ (۷) دوست خانصاحب۔ قلات عہ (۸) مولاداد خانصاحب انسپکٹر پولیس پٹیالہ عہ (۹) اکبر خانصاحب خادم حضرت اقدس علیہ السلام از سنور۔ عہ۔ (۱۰) مولوی عظیم اللہ صاحب۔ نابھہ ریاست عہ (۱۱) جماعت فیروزپور بحساب میاں نور محمد مرحوم۔ فیروزپور۔ لعہ۔ (۱۲) منشی محمد دین صاحب مدرس۔ گکرالی۔ عہ (۱۳) مستری احمد دین صاحب۔ بھیرہ لعہ (۱۴) میاں عبد اللہ صاحب بھڈوی مرحوم بذریعہ غلام محمد صاحب پڈہلوی عہ (۱۵) ڈاکٹر بشارت احمد صاحب از راولپنڈی عہ

صیغہ اشاعت اسلام۔ اس ماہ میں ریویو اردو کی اشاعت میں ایک سو کی بیشی ہوئی اور ریویو انگریزی میں ۷ کی کمی اور تفسیر القرآن کی اشاعت میں ۱۸ کی کمی واقعہ ہوئی اردو ریویو بھی ریویو انگریزی کی تقویت کے لئے ہے اصل علت غائی تو اسکی ممالک مغربی

میں (جو زیادہ تر انگریزی زبان کے زیر اثر ہیں) اشاعت و تبلیغ اسلام ہے۔ اس سال کا شروع ہو لہذا ہر فرض ہے کہ وہ ریویو کی اشاعت کی طرف خاص توجہ کریں اور احمدی جماعتوں کے پُرجوش ممبر دوسروں کو بھی اس کی خریداری کے لیئے تحریک کریں۔ اُمید ہے کہ ابھی تک حضرت مسیح موعودؑ کا ارشاد انکو نہیں بھولا ہوگا لیکن اُنکو دوبارہ توجہ دلانے کے لیئے اُس ارشاد میں سے چند سطریں بطور یاد دہانی یہاں نقل کیجاتی ہیں۔

"چونکہ ہماری تمام جماعت کو معلوم ہوگا کہ اصل غرض خدائے تعالیٰ کی میرے بھیجنے سے یہی ہے کہ جو جو غلطیاں مذہب نے پھیلائی ہیں اُنکو دُور کرکے دنیا کے عام لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا جاوے ۔۔۔۔ اور انہیں اغراض کے پورا کرنیکے لیئے رسالہ انگریزی جاری کیا گیا ہے ۔۔۔۔ اگر خدانخواستہ یہ رسالہ کم توجہی اس جماعت سے بند ہوگیا تو یہ واقعہ اس سلسلہ کے لیئے ایک ماتم ہوگا۔ اسلیئے میں پورے زور کے ساتھ اپنی جماعت کے مخلص جوانمردوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کی اعانت اور مالی امداد میں جہاں تک انسے ممکن ہے اپنی ہمت دکھلادیں ۔۔۔۔۔ اگر اس رسالہ کی اعانت کے لیئے اس جماعت میں دس ہزار خریدار بھی اردو یا انگریزی کا پیدا ہوجائے تو یہ رسالہ خاطر خواہ چل نکلیگا اور میری دانست میں اگر بیعت کرنے والے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہ کر اس بارہ میں کوشش کریں تو اسقدر تعداد کچھ بہت نہیں" اب یہ احباب کے اختیار میں ہے کہ جہانتک چاہیں اس ارشاد کی تعمیل کریں۔

ٹیچنگز آف اسلام کا ترجمہ گجراتی زبان میں شائع کرنے کے لیئے مسرز اللہ دین اینڈ سنز۔ سوداگران۔ سکندرآباد نے صدر انجمن سے اجازت حاصل کی تھی۔ اب اُنکی اطلاع آئی ہے کہ ترجمہ مکمل ہوگیا ہے۔ جو عنقریب چھپکر تیار ہو جائیگا۔ اللہ تعالیٰ کس طرح دلوں میں مسیح موعودؑ کی صداقت کی تحریک کر رہا ہے سبحان اللہ و بحمدہ ولایت میں تبلیغ اسلام کا سلسلہ سرگرمی سے شروع ہے۔ نومسلمین کے لیئے حضرت خلیفۃ المسیح نے خواجہ صاحب صاحب کی معرفت کچھ ہدایات لکھی ہیں۔ کہ انکو بعد اسلام قبول کرنیکے کیا کرنا چاہیئے۔

شفاخانہ اس ماہ اندرون قصبہ میں تعداد مریضان جدید و قدیم ۱۱۶۷ ہے جسکی اوسط روزانہ ۳۷ء۸۴ ہے ۱۱ مائنر اوپریشن ہوئے بیرون قصبہ یعنی دارالعلوم میں تعداد جدید و قدیم ۹۴۹ ہے اوسط روزانہ ۳۰ء۶۱ ہے مائنر اوپریشن ۵ ہوئے۔

صیغہ عمارت میں رنگ اور روغن بورڈنگ کا کام ختم ہوگیا ہے عمارت کے بالائی حصہ پر

ٹیوٹر ہوس بنوانے شروع ہوگئے یہ عمارت اب مکمل ہوگئی ہے سکول کی عمارت کی تکمیل باقی ہے اللہ تعالیٰ توفیق بخشے اور مدد فرمائے آمین۔

تعلیم الاسلام مقابلہ ٹورنیمنٹ میں پچھلے سالوں کی طرح ہماری ٹیمیں ڈسٹرکٹ ٹورنیمنٹ پر اول رہکر انعام لائیں علاوہ ازیں دو عدد کپ ملے اور ایک کپ بسبب متواتر چار سال جیتنے کے ہمیشہ کے لیئے سکول کی ملکیت ہوگیا اس سال ٹورنیمنٹ بٹالہ میں ہوا جو مولوی محمد حسین کا وطن ہے وہاں دیسی اور انگریز ہندو اور مسلمان قادیان کے طالبعلموں کی تعریف نہ صرف کھیل کے متعلق کرتے تھے بلکہ اخلاق پر بھی بہت تحسین کرتے تھے مولویصاحب محمد حسین کے خاص کوچہ میں ایک رئیس نے ہمارے طالبعلموں کو دعوت دی جہاں حضرتؑ کے خدام چالیس کے قریب گئے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کے متعلق وہاں تبلیغ بھی کر آئے اور کھانا بھی خوشی سے کھا آئے اللہ تعالیٰ یہ فتح احمدی جماعت کو مبارک کرے۔ آمین۔

صیغہ متفرقات۔ دفتر محاسب کی آمد اس ماہ میں لعہ/سہ اللعماہ/سہ روپے اور خرچ سالہ/سہ ہوا جلسہ سالانہ کی وجہ سے جو چندہ وصول ہوا اسلیئے آمد میں نمایاں تبدیلی معلوم ہوتی ہے۔

جلسہ سالانہ۔ جلسہ امسال اللہ تعالیٰ کے فضل سے رونق اور کامیابی سے ہوا۔ اس دفعہ ۲۵۔ دسمبر کو ہی تعداد مہمانان دو ہزار کے قریب ہوگئی تھی۔ اور ۲۶ کو اندازاً تین ہزار سے زائد آدمی جمع ہوگئے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ظہور کا ایک بیّن نشان دکھائی دیتا تھا۔ غرضکہ جلسہ سالانہ بڑا ہی خیر و خوبی کے ساتھ ختم ہوا۔

شیر علی سکرٹری صدر انجمن احمدیہ

ریویو

البلاغ المبین:۔ یہ کتاب مندرجہ ذیل مضامین کا مجموعہ ہے جسکو قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل نے جمع کرکے شائع کیا ہے۔ (۱) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سب سے آخری لیکچر جو رؤسائے لاہور کے سامنے ۱۷ مئی کو دیا۔ اور (۲) ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء بوقت عصر کی تقریر (۲۶ مئی کو بوقت ۱۰½ بجے صبح آپنے انتقال فرمایا) اور (۳) حضرت خلیفۃ المسیحؓ کی سب سے پہلی تقریر جو

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد جماعت احمدیہ سے بیعت لیتے وقت فرمائی - اور (۴) آپکے لکھے ہوئے
جماعت احمدیہ کے عقاید پھر (۵) ثبوت صداقت - یہ ایک بیش بہا مجموعہ ہے جسکی قیمت قاضی صاحب نے صرف ۸/
رکھی ہے - مؤلف سے مل سکتی ہے -

آیات بیّنات :- یہ کتاب شیخ رحیم بخش صاحب (راجپال) نو مسلم محمڈن مشنری قادیان نے میتھوڈسٹ
مشنری سوسائٹی لکھنؤ کے ایک رسالہ بنام آیات اللہ یعنی معجزات کے جواب میں لکھی ہے - جسمیں انہوں نے
قرآن شریف کے رو سے ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم بھی دوسرے انبیاء کی طرح ایک نبی تھے - انہیں
اس سے زیادہ کوئی فضیلت نہیں - اسکا پڑھنا اور شایع کرنا انشاء اللہ تعالیٰ مفید ہوگا - اسمیں اسلامی فائدہ بھی ہے
اور شیخ صاحب کی حوصلہ افزائی بھی - خدائے تعالیٰ شیخ صاحب کو انکی اس محنت اور اسلامی جوش کی جزائے
خیر عطا فرمائے - قیمت ۲ر مصنف سے مل سکتی ہے -

مسیح پر خیال - یہ رسالہ مرزا عبد الغنی صاحب (قادیان) نے اس سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ آج
مسیح ابن مریم کی بابت تمہارا کیا خیال ہے - یہ سوال ایک پادری نے آپ پر کیا تھا جسکا انہوں نے
نہایت معقول جواب دیا ہے - مصنف صاحب نے اس چھوٹے سے رسالہ میں بہت سی سچائیاں جمع کر دی ہیں اگرچہ
عبارت بعض جگہ پیچیدہ ہے - یہ رسالہ مصنف سے بقیمت ار مل سکتا ہے -

کلمہ طیبہ :- ضرورت قرآن - المسیح المہدی و المسیح الدجال - یہ تین رسالے حکیم محمد حسین صاحب
مرہم عیسیٰ منزل نولکھا - لاہور نے شایع کئے ہیں - اور انکا ارادہ ہے کہ اس قسم کے ۲۰ ٹریکٹ شایع کریں جنکے
مضامین کی فہرست انہوں نے شایع کردی ہے - انکا یہ ارادہ نہایت ہی نیک ہے اور خدائے تعالیٰ انکو اس ارادہ
میں کامیاب کرے اور اس سلسلہ کو نہایت ہی بابرکت بنادے - جن تین ٹریکٹوں کے نام اوپر لکھے گئے ہیں انمیں
سے ہر ایک کی قیمت ۱ر ہے - ملنے کا پتہ محمد یٰسین صاحب تاجر کتب قادیان - احباب بہت سے ٹریکٹ خرید کر
اور عام لوگوں میں شایع کرکے ثواب حاصل کریں -

اقبال :- اس نام کا رسالہ حال میں زیر ایڈیٹری شہزادہ محمد صابر صاحب درانی لدھیانہ سے نکلنا شروع ہوا ہے
پہلے نمبر کے مضامین پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ موجودہ اردو لٹریچر میں یہ رسالہ ایک مفید اضافہ ثابت
ہوگا - اچھے اچھے اہل قلم کے مضامین اور چیدہ چیدہ اہل سخن کا کلام اسمیں درج کیا گیا ہے اور ایڈیٹر خود ایک با اثر مضمون نگار
ہیں - خدائے تعالیٰ اس رسالہ کو اہل ملک کے لیئے مفید بنائے - قیمت عہ سالانہ ایک پرچہ کی قیمت ۳ر - ترسیل زر

تقریر جلسہ اعظم مذاہب یا لیکچر مہوتسو یعنی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا عظیم الشان لیکچر جو ۱۸۹۶ء کے جلسہ مہوتسو میں حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا تھا۔ چوتھی دفعہ نہایت عمدہ کاغذ پر خوب خوشخط لکھوا کر چھپوایا گیا ہے تقطیع بھی نہایت موزون ہے اس کتاب میں حضرت اقدسؑ نے ذیل کے پانچ امور پر فلسفیانہ رنگ میں بحث کی ہے۔ اور تمام دلائل قرآن شریف سے پیش کیے ہیں (۱) انسان کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی حالتیں (۲) انسان کی زندگی کے بعد کیحالت یعنی عقبیٰ (۳) دنیا میں انسان کی اصل غرض اور اس غرض کی تکمیل کے اسباب (۴) اعمال کا اثر دنیا و عاقبت میں (۵) علم اور معرفت کے ذرائع اور وسیلے۔ تقریباً ۱۵۰ صفحہ کی کتاب ہے۔ قیمت ۵ر

اس کتاب کا انگریزی ترجمہ جو ولایت سے چھپکر آیا ہے۔ نہایت خوبصورت جلد قیمت عہ

قاعدہ یسرنا القرآن نوترمیم

یہ قاعدہ جسقدر مفید اور مقبول ثابت ہوا ہے محتاج بیان نہیں۔ عام طور پر کئی کئی سال تک بچوں کی عمریں ضائع ہو جاتی تھیں اور قرآن شریف ختم نہیں ہوتا تھا۔ اور جو کسی بچے نے قرآن شریف ختم بھی کیا تو ایسا کہ دوبارہ پڑھاؤ تو ایک سطر رواں اور صاف نہیں پڑھ سکتا۔ مگر اس قاعدہ کے پڑھانے سے ایک بچہ چھ ماہ میں قرآن شریف ختم کر لیتا ہے۔ اور اس میں اس قدر طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ عربی کی کوئی کتاب جس پر اعراب دیئے ہوں بلا تکلف پڑھ لیتا ہے۔ اس قاعدہ کے چار ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گئے۔ مصنف صاحب قاعدہ مذکور نے نہایت محنت اور جانفشانی سے سابق قاعدہ میں ترمیم کر کے بہت سی مفید باتیں اور ایزاد کی ہیں اور جا بجا اساتذہ کیلئے کارآمد نوٹ دیئے ہیں۔ لکھائی اور چھپائی عمدہ ہے۔ کاغذ بھی اعلیٰ لگایا گیا ہے۔ جو احباب اپنے عزیز بچوں کو صحیح قرآن شریف پڑھانے کے خواہشمند ہوں۔ وہ یہ قاعدہ شروع کروائیں قیمت مکمل قاعدہ عربی ۲ر صرف حصہ اول ۱ر اردو کا قاعدہ محصولڈاک ۱ر

پارہ اول دوم سوم چونکہ ایسے قرآن شریف یا علیحدہ پارے بہت کم ملتے ہیں جن پر اعراب صحیح لکھے ہوں اور قاعدہ یسرنا القرآن ختم کر کے بچے باسانی قرآن شریف پڑھ سکیں۔ ہم نے یہ دقت محسوس کر کے قاعدہ یسرنا القرآن کی طرز پر پارہ اول۔ دوم سوم خاص اہتمام سے چھپوائے ہیں جو احباب اپنے بچوں کو قاعدہ یسرنا القرآن شروع کرواتے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ قاعدہ ختم ہونے پر پہلے یہ پارے پڑھائیں [illegible] پڑھانے کیلئے بھی مفید ہیں جو دوسرے قاعدے پڑھتے ہیں کیونکہ ان پر اعراب بہت [illegible] ہیں قیمت فی پارہ ۱ر۔ درخواستیں بنام منیجر میگزین قادیان آنی چاہیئیں۔

اطلاع:۔ خریداران ریویو کی خدمت میں التماس ہے کہ خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل ارشاد میں توقف ہو جائے تو معاف فرمادیں۔

مطبع میگزین میں ماسٹر فقیر اللہ ... مینجر ...